# آثارِ قیامت

تالیف

تاج الشریعہ حضرت علامہ

مفتی محمد اختر رضا خان

القادری الازہری البریلوی دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

**جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)**

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799


نام کتاب : آثارِ قیامت

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری مدظلہ

سن اشاعت : ذی الحجہ 1434ھ۔نومبر 2013ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 235

تعداد اشاعت : 3300

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

# فہرست مضامین





# پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جنت و دوزخ اور اُن کے داخلی اُمور وغیرہ سارے معاملات پر اطلاع بخشی لیکن بعض اسرار پوشیدہ رکھنے کا حکم فرمایا، اس سلسلے میں اخبار نبوی تواتر کی حد تک مروی ہے۔ (الصاوی)

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے قیامت کا سال نہیں بتایا کہ کس سال آئے گی باقی دن، تاریخ اور مہینہ سب کچھ بتا دیا، اور قیامت کی نشانیاں ارشاد فرمائی ہیں جن میں سے کچھ وقوع پذیر ہو چکی اور کچھ ہوں گی اور اس موضوع پر علماء کرام نے مستقل کتب اور رسائل تحریر کئے ہیں، ان میں سے ایک ''آثارِ قیامت'' کے نام سے حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان صاحب کی یہ تصنیف بھی ہے جو دراصل ''کنز العمال'' میں مذکور حضور سید عالم ﷺ کی ایک حدیث کی شرح ہے۔ یہ تصنیف پہلی بار بریلی شریف (انڈیا) میں شائع ہوئی، دوسری بار ادارہ نعمانیہ لاہور نے شائع کیا۔

ہمارے ادارے کی کمیٹی نے بھی اس ماہ اسی کو اپنے سلسلہ اشاعت میں اپنی ۲۳۵ ویں اشاعت کے طور پر شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور تاج الشریعہ کا سایہ ہم اہلسنّت و جماعت پر صحت و عافیت کے ساتھ تا دیر قائم و دائم فرمائے، حضرت اور کارکنان جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

محمد عطاء اللہ نعیمی

# تقدیم

قیامت برحق اور اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ بے شک وہ اپنے معیّنہ وقت پر آئے گی اور ضرور آئے گی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ﴾

ترجمہ: بے شک قیامت آنے والی ہے۔

جو شخص قیامت کا انکار کرے یا اس میں ذرہ برابر بھی شک کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

اللہ جلّ مجدہٗ نے اپنے بندوں کو ان کے اچھے برے اعمال کی سزا و جزا دینے کے لئے ایک خاص دن مقرر کر رکھا ہے۔ جس دن وہ نیکوکاروں کو جنت کی نعمتیں اور بدکاروں کو جہنم کا عذاب دے گا، عرف شرع میں اسی دن کا نام ''قیامت'' ہے۔

قیامت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قیامت صُغریٰ (۲) قیامت وُسطیٰ (۳) قیامت کُبریٰ

قیامتِ صُغریٰ موت کو کہتے ہیں:

"من مات فقد قامت قيامته"

یعنی، جو مر گیا اس کی قیامت ہو گئی۔

قیامتِ وُسطیٰ یہ ہے کہ کسی ایک دن قرن کے سارے لوگ مر جائیں پھر دوسرے قرن کے نئے لوگ پیدا ہو جائیں۔

قیامتِ کُبریٰ اس دن کو کہتے ہیں جس دن آسمان و زمین میں اور جو کچھ اس میں ہے سب فنا ہو جائیں گے۔ (الملفوظ، حصہ سوم، ص ۴۹)

قیامت کب، کتنے دنوں کے بعد اور کس سنہ میں آئے گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے



سوائے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام بندوں سے پوشیدہ رکھا اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ قیامت ہونے کا سنہ وغیرہ اپنی امت سے چھپائے رکھیں۔

چنانچہ ''حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلالین'' میں ہے:

"أنه اطلع على الجنة وما فيها والنار وما فيها وغيره ذلك مماتواترت به الأخبار ولكن أمر بكتمان البعض" (ج۲، ص۱۰٤)

یعنی، اللہ جل شانہ نے نبی کریم ﷺ کی جنت و دوزخ اور ان کے داخلی امور وغیرہ سارے معاملات پر اطلاع بخشی لیکن بعض اسرار کو پوشیدہ رکھنے کا حکم فرمایا، اس سلسلے میں اخبار نبوی تواتر کی حد تک مروی ہیں۔

لہٰذا حضور ﷺ نے اپنے کسی بھی امتی کو یہ نہیں بتایا کہ قیامت کب، کتنے دنوں کے بعد اور کس سنہ میں آئے گی؟ البتہ قیامت کے سنہ کے سوا قیامت کا مہینہ، قیامت کی تاریخ اور قیامت کا دن یہ سب کچھ حضور ﷺ نے اپنی امت کو بتا دیا چنانچہ آج دنیا کا بچہ بچہ یہ جانتا ہے کہ قیامت محرم کے مہینے میں، دسویں تاریخ کو، جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان آئے گی۔

وصالِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جب قیامت کی وہ خوشبو دار ہوا گزر چکے گی جس سے تمام مؤمنین کی روحیں بآسانی پرواز کر جائیں گی۔ صرف کافر ہی کافر بچیں گے پھر ان کافروں پر چالیس سال کا ایک ایسا زمانہ گزرے گا جس میں کسی کو اولاد نہ ہوگی، کسی کی عمر چالیس سال سے کم نہ ہوگی، کسی کو بھی وقوع قیامت کی پرواہ نہ ہوگی۔ کوئی کھانا کھا رہا ہوگا کوئی پکار رہا ہوگا، کوئی دیوار لیپ رہا ہوگا، کوئی ہل چلا رہا ہوگا غرض کہ سارے لوگ اپنے معمول کے کاموں میں مشغول و منہمک ہوں گے کہ دفعۃً حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ''صور'' پھونکنے کا حکم ہوگا۔

شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک اور سریلی ہوگی اور رفتہ رفتہ بہت بلند اور بھیانک ہوتی جائے گی، لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے، بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور

مر جائیں گے، آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے گا، زمین میں اتنا زبردست زلزلہ اور خوفناک بھونچال آئے گا کہ زمین کانپنے لگے گی، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گرد وغبار کی طرح اڑنے لگے گا، چاند وسورج اور ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے یہاں تک کہ صور اور حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی فنا ہو جائیں گے۔ اس وقت دنیا میں اس واحد حقیقی کے سوا کوئی نہ ہوگا وہ فرمائے گا:

﴿لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ﴾

ترجمہ: آج کس کی بادشاہی ہے؟

کہاں ہیں جور وستم کرنے والے؟ کہاں ہیں گھمنڈ وتکبر کے متوالے کہاں ہیں زور و زبردستی کرنے والے؟ مگر وہاں کوئی ہوگا ہی نہیں جو کچھ جواب دے پھر اللہ واحد القہار والجبار خود ہی ارشاد فرمائے گا:

﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (سورۂ مومن، آیت ۱۵)

ترجمہ: آج صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے۔

پھر جب اللہ چاہے گا حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا، صور پھونکتے ہی تمام اوّلین وآخرین، جن وملائک، انسان وحیوان غرض کہ تمام جاندار مخلوقات زندہ ہو جائیں گے۔

اس دن سب سے پہلے مصطفےٰ جان رحمت ﷺ اس کروفر کے ساتھ اپنی قبر انور سے برآمد ہوں گے کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ ہوگا اور بائیں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ ہوگا پھر اس کے بعد حضور مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے مقابر میں جتنے مسلمان ہوں گے سب کو لے کر میدان محشر میں تشریف لے جائیں گے جو سرزمین ملک شام پر منعقد ہوگا۔

قیامت کے آنے سے قبل بہت سے علامات وآثارِ قیامت کا ظہور ہوگا جن کا تفصیلی علم اللہ ربّ العزّت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا اور آپ نے وہ علامتیں اپنی



امت پر آشکار فرما دیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاماً ما ترك شيئاً يكون في مقامه ذلك إلى قيام الساعة إلا حدّث به حفظه من حفظه ونسيه قد علمه أصحابي هؤلاء وانه ليكون منه الشئ قد نسيته فأراه فاذكره كما بذكر الرجل وجه الرجل اذاغاب عنه ثم اذار أه عرفه" (مشكوٰة شريف ص ٤٦١)

یعنی ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر قیامت تک پیش آنے والی ہر چیز بتادی جسے میرے یہ ساتھی جانتے ہیں پھر جس نے انھیں یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا جب کوئی بات واقع ہوتی تو میرے ان ساتھیوں میں سے کوئی بتا دیتا جس کو میں بھول گیا ہوتا تو مجھے ایسے یاد آجاتی جیسے کسی غائب آدمی کا چہرہ بیان کیا جاتا اور میں دیکھ کر اسے پہچان لیتا۔

بلاشبہ یہ پیشن گوئیاں حضور پر نور ﷺ کے بے انتہا سمندر علم کا ایک قطرہ اور ﴿وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمَ﴾ کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہیں۔

ان پیشن گوئیوں اور علامتوں کی دو قسمیں ہیں ایک ''علاماتِ صُغریٰ'' یعنی چھوٹی نشانیاں اور دوسری ''علاماتِ کُبریٰ'' یعنی بڑی نشانیاں۔

علاماتِ صُغریٰ وہ نشانیاں ہیں جن کا ظہور قیامت آنے سے بہت پہلے ہی ہونے لگے گا اور علاماتِ کُبریٰ وہ نشانیاں ہیں جو قیامت کے بالکل قریب ظہور پذیر ہوں گی۔

زیرِ نظر کتاب ''علاماتِ صُغریٰ'' سے متعلق ''کنز العمال'' کی ایک ایسی حدیث پر مشتمل ہے جو تقریباً قیامت کی ۷۲ نشانیوں کو محیط ہے۔

مرشدی، ملاذی واستاذی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی مدظلّہ النّورانی نے سب سے پہلے اس حدیث پاک کا

سلیس ترجمہ فرمایا ہے، اس کے بعد صرف ان آثار وعلامات پر کلام فرمایا ہے جو عام فہم نہ تھے اور جو علامات عام فہم اور واضح تھے ان کا ترجمہ ہی اس انداز میں فرمایا ہے کہ مزید کسی تشریح وتوضیح کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے جن علامات وآثار کی تشریح وتوضیح کی ہے انھیں خاص طور پر ان کی مؤید احادیث کریمہ ہی سے واضح فرمایا ہے اس طرح یہ کتاب ''آثار قیامت'' پر مشتمل حدیثوں کا ایک مبسوط اور نادِرو دل آویز گلدستہ بن گئی ہے نیز اس کتاب میں آپ نے ''آثار قیامت'' سے متعلق بیشتر ان گوشوں کو آشکار فرمایا ہے جو اب تک عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں جو بھی بات کہی گئی ہے اسے حوالوں سے مدلل ومبرہن کیا گیا ہے۔ مزید راقم نے ان حوالوں کی تخریج کے ساتھ ساتھ ان کی اصل عبارتیں بھی نقل کر دی ہے جس سے باذوق کے لیے یہ آسانی پیدا ہوئی ہے کہ وہ جب چاہے ان کے مآخذ ومراجع کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

راقم نے کتاب میں بعض مقامات پر حاشیے کا بھی اضافہ کر دیا ہے مقصد یہ ہے کہ قاری کے لیے ''آثار قیامت'' سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کر دی جائیں تا کہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اپنے شب وروز گزارے جائیں۔

اس سلسلے میں راقم شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولٰینا محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی اور حضرت مولٰینا مفتی محمد شعیب رضا صاحب نعیمی کا سپاس گزار ہے کہ آپ حضرات نے وقتاً فوقتاً مناسب رہنمائی فرمائی۔

راقم حضرت مولانا مفتی محمد یونس رضا اویسی، حضرت مولانا قاری محمد افروز قادری چریا کوٹی، حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، حضرت مولٰینا مفتی محمد جمیل خان قادری بریلوی، حضرت مولانا محمد ارشاد احمد وغیرہ ہم اور جملہ معاونین کا نہایت ہی شکر گزار ہے کہ انھوں نے پروف ریڈنگ اور تصحیح وتخریج میں میرا مکمل ساتھ دیا۔



اللہ تبارک وتعالیٰ جملہ معاونین کو جزائے تام عطا فرمائے اور اس کتاب کو مقبول خاص وعام، ذریعۂ رشد وہدایت انام اور آخرت میں مجھ ناچیز کے لیے سبب غافرا ثام بنائے۔

آمین بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله واصحابه اجمعين

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی
یکے از خدام حضور تاج الشریعہ مرکزی دارالافتاء
۸۲/سوداگران، رضانگر، بریلی شریف، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الكريم

عـن زيـد بن واقد عن مكحول عن على قال قال رسول الله ﷺ:
مـن اقتـراب الساعة اذا رأيتـم الـنـاس أضـاعـو الصلاة، وأضاعوا الأمـانة، واستـحلوا الكبائر، وأكلوا الربا، وأخذوا الرشیٰ، وشيدوا البنـاء، وأتبعـوا الهـوى، وبـاعـوا الـدين بالدنيا، واتخذوا القرآن مـزاميـر، واتـخذوا جلود السباع صفافا، والمساجد طرقا والحرير لبـاسـا، وكثـر الـجـور، وفشـا الـزنـا، وتهـاونوا بالطلاق، وائتمن الـخـائـن، وخـون الأميـن، وصار المطر قيظا، والولد غيظا وأمراء فـجـرة، ووزراء كذبة، وأمناء خونة، وعرفاء ظلمة، وقلّت العلماء، وكثـرت الـقـراء، وقـلـت الـفـقـهـاء، وحليت المصاحف وزخرفت الـمسـاجد، وطولت المنابر، وفسدت القلوب، واتخذوا القينات، واستـحـلـت الـمـعـازف، وشـربـت الـخمور، وعطلت الحدود، ونقصت الشهور،

ونـقـضـت المواثيق، وشاركت المرأة زوجها فی التجارة، وركب الـنسـاء البـراذيـن، وتشبهـت الـنـسـاء بـالرجال والرجال بالنساء، ويـحـلف بـغيـر الله، ويشهد الرجل من غير أن يستشهد، وكانت الـزكـاة مـغـرمـا، والامـانة مـغنماً، واطاع الرجل امرأته وعق أمه وأقـصـى أبـاه وصـارت الامارات مواريث، وسب آخر هذه الأمة أولها، وأكرم الرجل اتقاء شره، وكثرت الشرط، وصعدت الجهال الـمـنـابـر ولبـس الرجال التيجان، وضيقت الطرقات، وشيد البناء واستـغـنـى الـرجـال بالرجال والنساء بالنساء، وكثرت خطباء منا



بـركـم، وركـن علمائكم إلى ولا تكم فاحلّوا لهم الحرام وحرّموا عـليهـم الـحـلال وأفتـوهـم بـما يشتهون، وتعلم علماؤ كم العلم ليـجلبوا به دنا نيركم ودراهمكم واتخذتم القرآن تجارة، وضيعتم حـق الـلـه فـی أمـوالكم، وصارت أموالكم عند شراركم، وقطعتم أرحـامـكـم، وشربتم الخمور فی ناديكم ولعبتم بالميسر، وضربتم بـالـكبـر والـمـعـزفة والـمـزامير، ومـنـعـتـم محاويجكم زكاتكم ورأيتـمـوهـا مـغـرمـاً، وقتـل البـريئ ليـغـلظ العامة بقتله واختلف أهـواؤكـم، وصـار الـعـطاء في العبيد والسقاط، وطفف المكائيل والموازين، ووليت أموركم السفهاء (أبو الشيخ في الفتن وعويس في جزئه والديلمي) (كنز العمال، جلد ١٤/ص ٥٧٣/٥٧٤)

حضرت زید ابن واقد سے روایت ہے انہوں نے مکحول سے روایت کی، انہوں نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، جب تم دیکھولوگوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور امانت کو رائیگاں کر دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرایا اور سودخوری اور رشوت ستانی کی اور مکان پختہ بنائے اور خواہشوں کی پیروی کی اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا اور قرآن کو گانا (۱) ٹھہرالیا اور جب تم دیکھولوگوں نے درندوں (۲) کی کھالوں کو بطور زین استعمال کیا اور مسجدوں کو راستہ بنالیا اور مردوں نے ریشم کو پہناوا ٹھہرایا اور جب ظلم زیادہ ہوا اور زنا عام ہوا اور طلاق معمولی بات

۱۔ یعنی گانے کے طور پر اتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے اور غالبًا یہ پچھلی بات بھی واقع ہوگئی ہے اور پہلی بات تو قرّ ائے زمانہ میں عام ہے ۔۱۲،ازہری غفرلہ

۲۔ اس سے شیر وغیرہ کی کھال پر بیٹھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور یہ ممانعت بعض حدیثوں میں وارد ہوئی اور اگر اس سے مقصود فخر ومباہات ہو تو اس سے ممانعت اس کی تحریم کا فائدہ دے گا ۔۱۲،ازہری غفرلہ

سمجھی جائے اور خائن کے پاس امانت رکھی جائے اور امین کو خائن ٹھہرایا جائے اور بارش
باعث شدت (۳) گرمی ہو جائے اور جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائے اور بدکار امراء اور
جھوٹے وزیر اور خائن امیر اور ظالم محتسب ہوں اور علماء اہل ثروت کے لئے سینوں پر ہاتھ
رکھ کر جھکیں اور قرّاء بکثرت ہوں اور فقہاء کی قلت ہو اور مصاحف سونے چاندی سے
مزین کئے جائیں اور مسجدیں آراستہ کی جائیں اور منبر دراز کئے جائیں اور دل فاسد ہو
جائیں اور لوگ گانے والیاں رکھیں اور باجے حلال ٹھہرائے جائیں اور شرابیں پی جائیں
اور اللہ کے حدود معطل کئے جائیں اور مہینے گھٹ جائیں اور عہد و پیمان توڑے جائیں اور
عورت اپنے شوہر کی تجارت میں شریک ہو اور عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں اور عورتیں
مردوں سے اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں اور غیر اللہ کی قسم کھائی جائے اور آدمی گواہی
میں سبقت کرے بغیر اس کہ گواہی طلب کی جائے اور زکوٰۃ تاوان ٹھہرے اور امانت مال
غنیمت اور مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور باپ کو دور رکھیں
اور عہدے میراث ہو جائیں اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو گالیاں دیں (۴) اور
آدمی کی عزت اس کے شر کے ڈر سے ہو اور سپاہیوں کی کثرت ہو اور جاہل منبر پر چڑھیں
اور مرد تاج پہنیں اور راستے تنگ ہوں اور رہائش کے مکان اونچے پختہ بنیں اور مرد مردوں
سے اور عورتوں عورتوں سے بے نیاز ہوں اور تمہارے منبر کے خطیب بکثرت ہوں اور
تمہارے علماء تمہارے والیوں کی طرف جھکیں تو ان کے لئے حرام حلال ٹھہرا دیں اور حلال
کو حرام کر دیں اور ان کو من چاہا فتویٰ دیں اور تمہارے علماء علم اس لئے سیکھیں کہ تمہارے
رئیسوں کے دینار و درہم اکٹھا کریں اور تم قرآن کو تجارت ٹھہرالو اور تمہارے مالوں میں جو
اللہ کا حق ہے اسے ضائع کر دو اور تمہارے مال تمہارے اشرار کے قبضوں میں ہوں اور تم

۳۔ غالباً مطلب یہ ہے کہ بارش کم ہو اور خشک سالی عام ہو، یا بارش کا اثر یعنی سبزہ اور خنکی ہوا مرتب نہ ہو۔۱۲، ازہری غفرلہ

۴۔ اس کے مصداق فی زماننا رافضی، خارجی، وہابی، دیوبندی، نیچری، قادیانی وغیرہم اور ان جیسے دیگر فرقہائے باطلہ ہیں۔۱۲، ازہری غفرلہ



اپنے رشتوں کو کاٹو اور اپنی مجلسوں میں شرابیں پیو اور جوا کھیلو اور طبلہ بجاؤ اور مزامیر کے
آلات بجاؤ اور اپنے محتاجوں کو اپنی زکوٰۃ نہ دو اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھو اور بے گناہ کا قتل ہوتا
کہ عام لوگ اس کے قتل سے گھٹیں اور تمہارے خیالات مختلف ہوں اور بخششیں غلاموں
میں اور کم مرتبہ لوگوں میں عام ہوں اور پیمانے اور ترازوئیں کم ہوں (۵) اور تمہارے اُمور
کے والی بے وقوف لوگ ہوں۔

## جب لوگ نماز کو ضائع کرنے لگیں

نماز کو ضائع کرنا چند طور سے ہے، نجاست سے پرہیز نہ کرے، کپڑے میں اس قدر
نجاست ہو جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا ناپاک جگہ میں نماز پڑھے یا وضو صحیح طور پر نہ ہو
یا نماز میں کوئی شرط یا رکن ادا نہ ہو، یا معاذ اللہ دل طہارت باطنی اور نور ایمانی سے خالی ہو
بایں طور کہ اللہ جلّ وعلا و رسول ﷺ کی تعظیم سے خالی ہو اور ضروریاتِ دین میں سے کسی
امر ضروری دینی مثلاً اللہ کی پاکی، نبی کے علم غیب یا خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت وغیرہ کا
منکر ہو اگرچہ زبان سے کلمہ پڑھتا ہو اور یہ آخری صورت بدترین حالت ہے۔

جس میں نماز ہی کو رائیگاں کرنا نہیں بلکہ ایمان کو بھی ضائع کرنا ہے۔ آج کل اس
کے مصداق وہابیہ، دیابنہ، قادیانی، روافض اور تمام منکران ضروریاتِ دین ہیں۔ انہیں کے
لئے مخبر صادق ﷺ نے غیب کی سچی خبر دی:

سیصلّی قوم لا دینَ لهم

یعنی، ایک ایسی قوم نماز پڑھے گی جس کا دین نہ ہوگا۔

ان تمام صورتوں میں نماز اصلاً ہوتی ہی نہیں اگرچہ ظاہری صورت نماز کی دیکھنے میں
آتی ہے اور نماز کو رائیگاں کرنے کی یہ صورت بھی ہے کہ اصلاً نماز نہ پڑھے اور نماز کو ضائع
کرنا یہ بھی ہے کہ رکوع و سجود میں طمانیت جو کہ واجب ہے، نہ کرے۔

اسی طرح واجبات نماز میں سے کوئی واجب چھوڑ دینا، یا خشوع و خضوع کے بغیر نماز

۵۔ یعنی کم تولنے کا رواج عام ہو جائے۔۱۲، ازہری غفرلہ

پڑھنا، ان تمام صورتوں میں تضیع صلوٰۃ لازم آتی ہے۔

''بخاری شریف'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کو کہ رکوع وسجود کامل طور پر نہیں کر رہا تھا جب اس نے اپنی نماز پوری کی تو حضرت حذیفہ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی، راوی کا بیان ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا کہ اگر تو اس حالت میں مرا تو سنتِ محمد ﷺ پر نہ مرے گا۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

عن حذيفة أنه رأى رجلا لا يتم ركوعه و لا سجوده فلما قضى صلاته قال له حذيفة ما صلّيت قال وأحسبه قال لو متّ متّ على غير سنة محمد ﷺ (بخاری شریف، جلد اول، ص٥٦)

نماز کو ضائع کرنا یہ بھی کہ وقت گزار کر پڑھے، اسی ''بخاری شریف'' میں حضرت زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں دمشق میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ روتے تھے تو میں نے عرض کی کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نبی علیہ السلام کے زمانے کی کوئی چیز نہیں پہچانا سوائے اس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عثمان ابن روّاد أخي عبد العزيز قال سمعت الزهري يقول دخلتُ على أنس بن مالك بدمشق و هو يبكي فقلتُ ما يُبكيك فقال لا أعرف شيئًا مما أدركتُ إلا هذه الصلوٰة و هذه الصلوٰة قد ضيعت" (بخاری شریف، جلد اول، ص٧٦)

اس حدیث کو نماز کو اس کا وقت گزار کر ادا کرنے کے بیان میں امام بخاری نے ذکر کی۔ نیز طبرانی میں انہیں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں فرمایا حضور ﷺ نے، جو نمازیں ان کے وقتوں پر پڑھے اور ان کا وضو کامل ہو اور نمازوں میں قیام خشوع ورکوع وسجود کامل طور پر کرے تو اس کی نماز سفید چمکتی ہوئی نکلتی ہے، کہتی ہے



اللہ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو نا وقت نماز پڑھے اور وضو کامل نہ کرے اور نہ خشوع ورکوع وسجود تمام کرے تو اس کی نماز نکلتی ہے سیاہ اندھیری، کہتی ہے اللہ تجھے ضائع کرے جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا، یہاں تک کہ جب اس جگہ پر پہنچتی ہے جہاں اللہ چاہتا ہے، لپیٹ دی جاتی ہے جیسا کہ پرانا کپڑا لپیٹ دیا جاتا ہے پھر اس نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

اسی کے ہم معنی حضرت عبادہ ابن صامت سے مروی ہے اور کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ہمارے رسول اللہ ﷺ جلوہ گر ہوئے اور ہم سات نفر تھے، چار ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے اور تین ہمارے عربوں میں سے، ہم لوگ حضور ﷺ کی مسجد پر اپنی کمر ٹکائے تھے تو فرمایا تم لوگ کس لئے بیٹھے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم بیٹھے ہیں نماز کے انتظار میں تو حضور ﷺ تھوڑی دیر ٹھہرے، پھر ہم پر توجہ فرمائی تو فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا ربّ کیا فرماتا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، فرمایا تو جان لو کہ تمہارا ربّ فرماتا ہے جو پانچوں نمازیں ان کے وقتوں پر پڑھے اور ان نمازوں کی پابندی کرے اور ان کے آداب کی حفاظت کرے اور نمازوں کو ضائع نہ کرے اور نمازوں کو ناحق تساہل سے ضائع نہ کرے تو اس کے لئے میرے اوپر عہد ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں اور جو ان نمازوں کو ان کے وقتوں پر نہ پڑھے اور ان کے آداب کی حفاظت نہ کرے اور ناحق تساہل سے انہیں ضائع کر دے تو اس کے لئے میرے اوپر کوئی عہد نہیں۔ چاہوں تو عذاب دوں اور چاہوں تو بخش دوں۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

" و عن أنس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ من صلّى الصلوات لوقتها و اسبغ لها وضوءها و أتمّ لها قيامها و خشوعها و ركوعها و سجودها خرجت و هي بيضاء مسفرة تقول حفظك الله كما حفظتَني و من صلّى لغير وقتها و لم يسبغ لها وضوءها و لم يتمّ لها خشوعها و لا ركوعها و لا سجودها خرجت و هي

سوداء مظلمة تقول ضيعك الله كما ضيعتَني حتى إذا كانت حيث
شاء الله لفّت كما يلفّ الثوب الخلق ثم ضرب بها وجهه رواه
الطبراني في "الأوسط" و فيه عباد بن كثير و قد أجمعوا على
ضعفه، قلتُ و يأتي حديث عبادة بنحو هذا في باب من لا يتمّ
صلاته و يسيء ركوعها و عن كعب بن عجرة قال خرج علينا
رسول الله ﷺ و نحن سبعة نفر أربعة من موالينا و ثلاثة من عربنا
مسندي ظهورنا إلى مسجده فقال ما أجلسكم قلنا جلسنا ننتظر
الصلاة قال فأرم قليلا ثم اقبل علينا فقال هل تدرون ما يقول
ربكم قلنا لا قال فإن ربكم يقول من صلّى الصلوات الخمس
لوقتها و حافظ عليها و لم يضيّعها استخفافاً لحقّها فله على عهد
أن ادخله الجنة و من لم يصلّها لوقتها و لم يحافظ عليها وضيّعها
استخفافاً بحقّها فلا عهد له على إن شئت عذبته و إن شئت
غفرت له" (مجمع الزوائد، جلد اول، ص ۳۰۲)

اس حدیث کو روایت کیا طبرانی نے ''اوسط'' میں اور ''کبیر'' میں اور امام احمد کے الفاظ یوں ہیں: راوی نے کہا اس دوران کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ ہم لوگ حضور ﷺ کی مسجد کی طرف اپنی کمر ٹکائے تھے، اتنے میں حضور ﷺ حجرۂ مقدسہ سے باہر تشریف لائے نماز ظہر کے وقت میں تو فرمایا: تم لوگ ............الیٰ آخرہ، اس کے بعد امام احمد نے مذکورہ بالا حدیث کے ہم معنی روایت کی۔

## جب امانت رائیگاں کردی جائے

یعنی امانت کو اس کا مستحق تک نہ پہنچانا اور حدیث میں لفظ امانت عام ہے جو مال علم عمل سب کو شامل ہے۔ ''تفسیر خازن'' میں زیر آیت کریمہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:۴/۵۸)



ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کردو۔

یہ آیت تمام امانت کو شامل ہے تو اس کے حکم میں ہر وہ امانت داخل ہے جس کی ذمہ داری انسان کو سونپی گئی ہے اور یہ تین قسم پر ہے:

(۱)......پہلی یہ کہ اللہ کی امانت کو ملحوظ رکھے اور یہ اللہ کے احکام بجالانا اور ممنوعات سے پرہیز کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ امانت ہر شئے میں لازم ہے یہاں تک کہ وضو اور جنابت سے پاکی کے لئے غسل نماز، زکوۃ، روزہ اور ہر قسم کی عبادات میں۔

(۲)......دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس میں اللہ کی امانت ملحوظ رکھے اور وہ اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جو اللہ نے بندے کے تمام اعضا میں رکھی ہیں تو زبان کی امانت یہ ہے کہ زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ خلاف شرع باتوں سے محفوظ رکھے اور آنکھ کی امانت یہ ہے کہ محرمات پر نگاہ سے آنکھ کو بچائے اور کان کی امانت یہ ہے کہ لغو، بے حیائی اور جھوٹی باتیں اور اس کی مثل خلاف شرع باتیں سننے سے پرہیز کرے۔

(۳)......تیسری قسم یہ ہے کہ بندہ اللہ کے بندوں کے ساتھ معاملات میں امانت کا لحاظ رکھے۔ لہٰذا اس پر ودیعت اور عاریت کا ان لوگوں کو لوٹانا ضروری ہے جنہوں نے اس کے پاس یہ امانتیں رکھیں اور اس میں ان کے ساتھ خیانت کرنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امانت اس کو پہنچا جس نے تیرے پاس امانت رکھی اور اس کے ساتھ خیانت نہ کر جس نے تیری ساتھ خیانت کی۔

رواه أبو داؤد و الترمذي فقال حديثٌ حسنٌ غريبٌ

یعنی، امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اسی میں ناپ اور تول کو پورا کرنا داخل ہے، لہٰذا ان میں کمی کرنا حرام ہے اور اس کے عموم میں امیروں اور بادشاہوں کی رعیت کے ساتھ اور علما کا عام مسلمانوں کے ساتھ

خیر خواہی داخل ہے تو یہ تمام چیزیں اس امانت کے قبیل سے ہیں جس کا ان کے مستحقین کو پہنچانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا۔

علامہ بغوی نے اپنی سند سے روایت کی ،فرماتے ہیں: کم ایسا ہوا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور یہ نہ فرمایا ہو کہ اس کا ایمان نہیں جس کے پاس دیانت داری نہیں اور اس کا دین نہیں جس کو عہد کا پاس نہیں۔ علامہ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

عن أنس قال فلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال لا إيمان لمن لا أمانة له و لا دين لمن لا عهد له (تفسير خازن، ج ١، ص ٣٧١)

اقول: علما کی عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ وہ اللہ ورسول (جلّ وعلا، ﷺ) کے احکام ان تک پہنچائیں اور اہل کو وہ علم سکھائیں جو ان کے پاس اس کی امانت ہے اس کو چھپالینا امانت کو ضائع کرنا ہے۔(٦)

---

٦۔ امانت کی بربادی اس طرح بھی ہوگی کہ ہر کام نااہلوں کے سپرد ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: بينما النبي ﷺ يحدّث إذ جاء أعرابي فقال متى الساعة قال إذا ضُيّعتِ الأمانة فانتظر الساعة قال كيف إضاعتها قال اذا وُسدَ الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة (مشكوٰة شريف، ص ٤٦٩)، یعنی، اس دوران کہ نبی کریم ﷺ گفتگو فرما رہے تھے ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امانت برباد کی جانے لگے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے سوال کیا امانت کی بربادی کس طرح ہوگی؟ ارشاد ہوا جب ہر کام نااہلوں کو سونپا جانے لگے تو تم قیامت کا انتظار کرو۔ صادق المصدوق ﷺ کی یہ پیشین گوئی بھی فی زمانا ظاہر ہونے لگی ہے۔ چنانچہ ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ حکومت وسلطنت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو کسی طرح بھی اس کے اہل نہیں، اسی طرح گاؤں کی سرداری و پردھانی نالائقوں کے سپرد ہے، حد تو یہ ہے کہ مساجد کی تولیت اور ان کا انتظام وانصرام بھی ایسے ایسے بے نمازی اور دنیا دار مالداروں وسیٹھوں کے ہاتھ ہے جو عموماً عید و بقر عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں یا کبھی کبھی جمعہ کی نماز کے لئے مسجدوں میں آجاتے ہیں۔ یونہی دینی درسگاہوں اور دیگر قومی اداروں کے اعلیٰ عہدیداران مثلاً ناظم اعلیٰ اور سیکریٹری کا عہدہ ایسے لوگوں کے



امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "اللآلی المصنوعه" میں اپنی سند سے سرکار سے روایت کیا:

عن عباس قال قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تناصحوا في العلم و لا يكتم بعضكم بعضا فإن خيانة في العلم أشد من خيانة في المال (ج ١، ص ٢٠٨)

یعنی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ علم کے معاملے میں خیر خواہی سے کام لو اور کوئی کسی سے علم نہ چھپائے، اس لئے کہ علم میں خیانت مال میں خیانت سے سخت تر ہے۔

تقریر بالا سے روشن ہو گیا اور ادائے فرضیت وامانت کا معنی خوب روشن ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امانت کو ضائع کرنا ان تمام مذکورہ صورتوں کو شامل ہے۔ یہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کی جامعیت اور اس میں کثرت معانی کا یہ حال ہے کہ کسی کا بیان اس کا احاطہ نہیں کرسکتا ؎

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیان نہیں

"علم کو چھپانا" اس سے مراد ہے کہ اہل سے پوشیدہ نہ رکھے جیسا کہ تقریر بالا میں گزرا اور خود آیت کریمہ سے یہ قید صراحتاً مستفاد ہے اور بلاشبہ یہ مال میں خیانت سے زیادہ سخت ہے کہ بعض صورتوں میں کتمان علم سے نوبت کفر تک پہنچتی ہے جیسے حضور ﷺ کے فضائل جلیلہ شہیرہ کثیرہ کو چھپانا اوران کے بجائے ایسی باتیں بیان کریں جس سے تنقیصِ شانِ رسالت ہوتی ہے۔ یہ اگلے زمانے میں یہودیوں کی خصلت تھی اور اب اس

---

سپرد کیا جا رہا ہے جو علم دین اور قوم کے مسائل وضروریات سے قطعی نابلد ہیں۔ ظاہری بات ہے اگر اچھی سے اچھی چیز بھی نااہلوں کے ہاتھ میں پہنچ جائے تو وہ بد سے بدتر ہو ہی جائے گی۔ غرض کہ اس زمانے کا ہر کام نااہلوں اور نالائقوں کے سپرد ہے لیکن پھر بھی خدا کا فضل ہے کہ کچھ لوگ ابھی ان عہدوں کے لائق اور اہل موجود ہیں۔ ١٢، فاروقی غفرلہ

کے مصداق وہابیہ، دیابنہ وغیرہما ہیں۔

سرکار ابد قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر امت میں کچھ لوگ یہودی ہیں اور میری امت کے یہودی تقدیر الٰہی کے جھٹلانے والے ہیں۔(اللآلی المصنوعه)

مفہوم حدیث سے خوب ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کو سرکار ﷺ نے تکذیب اور کتمانِ حق کی وجہ سے یہودی فرمایا تو وہابیہ وغیرہم جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم غیب ہی کے منکر ہیں اور دانستہ فضائل چھپاتے ہیں اور ضروریاتِ دین کو نہیں مانتے، یہ بھی بلاشبہ اس حدیث کے مصداق ہیں اور وہ حدیث جس میں فرمایا کہ اس کا ایمان نہیں جس کے پاس دیانت نہیں، ان منکرین کے حق میں اپنے ظاہری معنی پر ہے تو ان کی کلمہ گوئی اصلاً انہیں مفید نہیں۔

ذیابٌ فی ثیابٍ لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

یہاں سے ظاہر ہوا کہ حدیث میں قرب قیامت کی نشانیوں میں جو یہ فرمایا کہ کبیرہ گناہوں کو حلال ٹھہرائیں گے، یہ (جملہ) فقرہ سابقہ سے مربوط ہے اور دونوں میں علاقہ سبب ومسبب کا ہے۔ یعنی جب امانت ان سے مسلوب ہو جائے گی تو اس کا ضائع کرنا یہی ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں میں بے پرواہی کے ساتھ مبتلا ہو جائیں گے یا معاذ اللہ انہیں دل سے حلال جان کر ایمان سے دور اور دین سے بے زار ہو جائیں گے۔

حدیث دونوں معنی کو شامل ہے اور دونوں فریق حدیث کے الگ الگ محمل کے اعتبار سے حدیث کے مصداق ہیں اور دوسرا فریق یعنی جو محرمات قطعیہ کو حلال جانے، مسلوب الامانت ایمان سے محروم، اسلام سے خارج ہیں اور اللہ کی عظمت کے لحاظ سے ہر گناہ اور ہر معصیت کبیرہ ہے اگرچہ بعض معاصی بمقابلۂ کبیرہ ہیں اور بعض صغیرہ ہیں اور کبیرہ کی جامع تعریف یہ ہے کہ وہ ہر ایسی معصیت ہے جس کے مرتکب پر کتاب وسنت میں وعید شدید آئی اور جس کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسے سود خوری، یتیم کا مال کھانا، ماں باپ کی نافرمانی، قطع رحم، جادو، چغلی، جھوٹی گواہی اور حاکم کے پاس ناحق



لوگوں کی شکایت کرنا، زنا کی دلالی اور محارم کے معاملہ میں بے غیرتی وغیرہ، یوں ہی وہ گناہ جس کے مرتکب پر لعنت وارد ہوئی، اسی طرح ہر صغیرہ جس پر اصرار کرے اور بار بار اس کا مرتکب ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لا كبيرة مع الاستغفار و لا صغيرة مع الاصرار (فيض القدير، ج٦، ص٤٣٦)

یعنی، استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا۔

## جب سود خوری کی جانے لگے

یعنی قُربِ قیامت کے آثار میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سود خوری عام طور پر مسلمانوں میں پائی جائے گی۔ مسلمان ایک دوسرے سے سود کا لین دین کریں گے، یعنی ناپ تول والی جنس کو جیسے گیہوں، سونا، چاندی وغیرہ اسی جنس کے بدلے تفاضل کے ساتھ بیچیں گے، زیادہ لینے کی شرط پر مسلمان مسلمان کو ادھار دے گا۔(٧)

---

٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ يأتي على الناس زمان لايبالي المرء ما أخذ منه أمن الحلال أم من الحرام (مشكوٰة شريف، ص٢٤١)، یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ یہ خیال نہ کریں گے کہ انہوں نے حلال حاصل کیا یا حرام؟۔ چنانچہ آج بعض لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ''آج کل تو حلال ملتا ہی نہیں'' چونکہ حلال میں فضول خرچی اور عیش ومستی کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لئے لوگ یہ تاویل کر لیتے ہیں کہ ''آج کل تو حلال ملتا ہی نہیں''۔ حالانکہ حدیث پاک میں اس کی سخت وعید وارد ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: لا يدخل الجنة لحم نبت من السُّحت و كل لحم نبت من السحت كانت النار أولى به (مشكوٰة شريف، ص٢٤٢) یعنی، جنت میں وہ گوشت نہیں جائے گا جو مال حرام سے بنا اور جو گوشت حرام سے بنا ہو دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ اگر لوگ تقویٰ شعاری کے ذریعہ رزق حلال کمانے کی فکر کریں تو جو مشکلات کسب حلال میں پیش آ رہی ہیں ہرگز نہ آئیں، ہمارا حال تو یہ ہے کہ جو بھی ہو، جیسے بھی ہو، حلال ہو، حرام ہو، بس ہضم کرتے جاؤ۔١٢، فاروقی غفرلہ

یہاں سے معلوم ہوا کہ سود مسلمان اور مسلمان یا مسلمان اور ذمی کے درمیان مال معصوم میں ہوتا ہے اور اس پر خود حدیث کا پہلا فقرہ کہ ''نماز ضائع کریں گے'' قرینہ ہے۔

نیز اس حدیث کی تصریح فرمائی کہ مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود نہیں۔ لہٰذا آج کل کفار سے زیادہ لینا سود کی حد میں نہیں آتا۔ لہٰذا ان سے بغیر بدعہدی کے جو کچھ جس طریقے سے ملے، وہ مسلمان کے لئے جائز ہے۔

یہاں سے بینک اور ڈاکخانے کے منافع کا حکم معلوم ہوا۔ تفصیل کے لئے ''رسالہ بینک''، مرتبہ مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی مطبوعہ قادری بکڈپو، نومحلّہ بریلی شریف، ملاحظہ ہو۔

یونہی مسلم اپنے مسلمان بھائی کو قرض ادا کرنے کی صورت میں بلا شرط بطور انعام کچھ دے دیئے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

مدرجہ بالا تقریر سے یہ بھی روشن ہوا کہ رِبا (سود) کے لئے قدر (ناپ تول) وجنس کی شرط ہے، اس صورت میں ان دونوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو سود نہ ہوگا۔ لہٰذا نوٹ کے بدلے نوٹ کی بیشی پر لینا دینا جب کہ یہ نقد ہو جائز ہے۔

تفصیل کے لئے ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم'' مصنّفہ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت قُدس سرہٗ ملاحظہ ہو اور گیہوں کو جو وغیرہ مختلف جنس سے تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز ہے کہ گیہوں اور جو ایک جنس نہیں اور روٹی کو گیہوں یا آٹے کے بدلے کمی یا زیادتی کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ یہاں جنس متحد ہے لیکن روٹی میں مقدار جو کہ شرط سود ہے، مفقود ہے۔

## جب رشوت ستانی کی جانے لگے

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربِ قیامت کی ایک اور نشانی یہ بتائی کہ رشوت کا لین دین لوگوں میں عام ہوگا گویا ان کے نزدیک وہ معمولی بات ہو۔ حالانکہ اللہ ورسول (جلّ وعلا و ﷺ) کے نزدیک معمولی بات نہیں بلکہ سخت حرام ہے۔ (۸)

---

۸۔ رشوت خوری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اپنے کو مذہبی اور قومی ہمدرد کہلانے والے بھی



قرآن شریف میں اس کی حرمت مُصرّح ہے اور حدیث میں فرمایا:

''لعن الله الراشی و المرتشی'' (مسند امام احمد، ج۲ ص۳۸۷)

یعنی، اللہ کی لعنت ہیں رشوت لینے اور دینے والے پر۔

یعنی رشوت لینے والا مطلقاً مستحق لعنت ہے اور دینے والا بھی اسی رسی میں گرفتار ہے جب کہ ناجائز کام کے لئے رشوت دے یا بغیر مجبوری کے دے اور دفع ظلم اور جائز حق کی تحصیل کے لئے جب رشوت دیئے بغیر چارہ نہ ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے اور دینے والا اس وعید کا مصداق نہیں۔

## جب قرآن کو گانا ٹھہرا لیا جائے

یعنی تجوید کے قواعد کا لحاظ نہیں رکھیں گے اور قرأت کا جو طریقہ سرکار ﷺ کے زمانے

---

رشوت کو ہدیہ کا نام دے کر حلال سمجھنے لگے ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے صاف تصریح فرما دی ہے کہ جو شخص کسی کو اس کے عہدہ پر فائز ہونے سے قبل رشتہ داری وغیرہ میں کچھ لیا دیا کرتا تھا تو اس کا لینا جائز ہے اور عہدہ پر فائز ہونے کے بعد لوگ جو بھی دیتے ہیں سب ''رشوت'' ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: "استعمل النبی ﷺ رجلا من الأزد يقال له ابن اللتبيه على الصدقة فلما قدم قال هذا لكم و هذا أهدى لي فخطب النبي ﷺ فحمد الله و أثنى عليه ثم قال أما بعد! فإني استعمل رجالا منكم على أمور مما ولاني الله فيأتي أحدهم فيقول هذا لكم و هذه هدية أهديت لي فهلا جلس في بيت أبيه أو بيت أمه فينظر أ يهدى له أم لا" یعنی، رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ازد کے ابن لتبیہ نامی ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کو بھیجا، جب وہ زکوٰۃ وصول کر کے لایا تو عرض کیا یہ بیت المال کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا: میں تم میں سے بعض لوگوں کو ان کاموں پر مقرر کرتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے متولی بنایا ہے تو ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے تو وہ اپنے باپ کے یا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ گیا پھر دیکھتا کہ اسے ہدیہ ملتا ہے یا نہیں۔ اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ جو چیز عہدے کی وجہ سے ملے وہ رشوت ہے۔ ۱۲، فاروقی غفرلہ

سے متوارث ہے اس کی پیروی نہ کریں گے یعنی گانے کے طور پر اُتار چڑھاؤ کے ساتھ قرآن پڑھیں گے یا ساز کے ساتھ قرآن کی تلاوت کریں گے۔

بلکہ ''اتقان فی علوم القرآن'' للامام جلال الدین سیوطی میں ہے کہ لوگوں نے تلاوت قرآن میں گانوں کی آوازیں ایجاد کرلیں، حضور ﷺ نے ایسے لووں کے بارے میں فرمایا کہ ''ان کے دل فتنوں میں ہیں اور جنہیں ان کا حال پسند ہوان کے دل بھی فتنے میں ہیں''۔

جوطرز انہوں نے ایجاد کئے ان میں سے ایک کا نام ''ترعید'' رکھا اور وہ ہے کہ قاری کانپتی ہوئی آواز بنائے، گویا وہ ٹھنڈک سے یا تکلیف سے کانپ رہا ہے اور دوسرے طرز کا نام ''ترقیص'' رکھا اور وہ یہ ہے کہ حرف ساکن پر سکوت کا ارادہ کرے پھر وہاں سے حرکت کے ساتھ چل پڑے گویا وہ دوڑ لگا رہا ہے یا تیز رفتاری میں ہے۔

ایک طرز اور نکالا ہے جس کا نام ''تطریب'' رکھا اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو ترنم سے اور لحن سے پڑھے اس طور پر کہ جہاں مد نہیں کیا جاتا وہاں مد کرے اور مد میں بے جا خلاف قاعدہ زیادتی کرے اور ایک طرز کا نام ''تحزین'' ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم غمگین انداز میں پڑھے جیسے خشوع وخضوع کے ساتھ روئے دیتا ہو۔

امام سیوطی کے الفاظ یوں ہیں:

قد ابتدع الناس قراء ة القرآن أصوات الغنا (الی ان قال) و قد قال فی هؤلاء مفتونة قلوبهم و قلوب من يعجبهم شأنهم و مما ابتدعوه شئ سمّوه الترعيد و هو أن يرعد صوته كانه يرعد من بر أو ألم او آخر سمّوه الترقيص و هو أن يروم السكوت علی الساكن ثم ينفر من الحركة كانه فی عدو أو هرولة و آخر يسمی التطريب و هو أن يترنم بالقرآن و يتغنم به فيمد غير مواضع المد و يزد فی ما لا ينبغی و آخر يسمّی التحزين و هو أن يأتی علی وجه حزين يكاد يبكی مع خشوع و خضوع (اتقان، جزء ثانی، ص ۱۰۱)



اقول: اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے جب کہ تجوید کے ساتھ پڑھے اور قواعد قرأت کا لحاظ رکھے، دکھاوا مقصود نہ ہو بلکہ بے ساختہ رقت طاری ہو جائے۔ اس لئے علماء نے تصریح فرمائی، ان میں امام جلال الدین سیوطی بھی ہیں جو اسی ''اتقان'' میں فرماتے ہیں کہ ''قرآن کے وقت رونا مستحب ہے اور جو رونے پر قادر نہ ہو وہ رونی صورت بنائے اور حزن وخشوع تلاوت کے وقت مندوب ومحبوب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ﴾ (سورۂ اسراء، آیت:۱۰۹)

یعنی، اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے۔

اور ''صحیحین'' میں وہ حدیث ہے جس میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قرآن پڑھنا مذکور ہے، اس میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ناگاہ حضور کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

اور بیہقی ''شعب الایمان'' میں سعد ابن مالک سے مرفوعاً روایت ہے کہ بے شک قرآن حزن وبے چینی کی حالت اترا ہے تو جب اس کو پڑھو تو روؤ، پھر اگر تمہیں رونا نہ آئے تو رونی صورت بناؤ، اور اسی میں عبد المالک ابن عمیر کی مرسل احادیث میں سے ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر ایک سورت تلاوت کرتا ہوں تو جو روئے اس کے لئے جنت ہے پھر اگر تمہیں رونا نہ آئے تو روتے بنو۔

اور ''مسند ابو یعلی'' میں ہے کہ قرآن کو حزن کے ساتھ پڑھو، اس لئے کہ وہ حزن کے ساتھ اترا، اور طبرانی میں ہے کہ لوگوں میں سب سے اچھا قاری وہ ہے جو قرآن پڑھے تو غمگین ہو۔

اور ''شرح المہذب'' میں فرمایا کہ تحصیل گریہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو پڑھ رہا ہے اس میں تہدید و وعید شدید اور جو عہد و پیماں ہیں ان میں غور کریں پھر اپنی کوتاہی یاد کرے، اب بھی اگر رونا نہ آئے اور غمگین نہ ہو تو اس بات کے نہ ملنے پر روئے اس لئے کہ یہ مصائب میں سے ہے۔

علامہ سیوطی قدس سرہ القوی کے الفاظ یہ ہیں:

يستحب البكاء عند قراء ة القرآن و التبالی لمن لا يقدر عليه و

الحزن و الخشوع قال تعالیٰ و یخرون للأذقان یبکون و فی الصحیح حدیث قراءة ابن مسعود علی النبی ﷺ و فیه فإذا عیناه تذرفان و فی "الشعب" للبیهقی عن سعد ابن مالك مرفوعاً أن هذا القرآن نزل بحزن و کآبة فاذا قرأتموه بکوا فإن لم تبکوا فتباکوا و فیه من مرسل عبد الملك بن عمیر أن رسول الله ﷺ قال أنی قارئ علیکم سورة فمن بکی فله الجنة فإن لم تبکوا فتباکوا، و فی "مسند أبی یعلی" حیدث أقرؤ القرآن بالحزن فإنه نزل بالحزن و عند الطبرانی أحسن الناس قراءة من إذا قرأ القرآن بتحزن قال فی "شرح المهذّب" و طریقة فی تحصیل البکاء أن یتأمل ما یقرأ من التهدید و وعید الشدید و المواثیق و العهود ثم یتفکر فی تقصیره فیها فان لم یحضره عند ذلك حزن و بکاء فلیبك علی فقد ذلك فإنه من المصائب (اتقان، جزء ثانی، ص۱۰۷)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ: اسی (مذکورہ طرزوں) کے قبیل سے ایک بدعت وہ ہے کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہوکر بیک آواز پڑھتے ہیں "**افلا تعقلون**" کو "**أفل تعقلون**" اور "**قالوا آمنا**" واؤ کے حذف کے ساتھ "**قال آمنا**" پڑھتے ہیں، جہاں مد نہیں ہے وہاں مد کرتے ہیں تاکہ جوانھوں نے اپنایا ان کا طریقہ بن جائے اور مناسب یہ ہے کہ اس کا نام "تحریف" رکھا جائے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے الفاظ یہ ہیں:

و من ذلك أحدثه هؤلاء الذین یجتمعون فیقرؤن کلّهم بصوت واحد فیقولون فی قوله تعالیٰ أفلا تعقلون أفل تعقلون بحذف الألف قال آمنا بحذف الواو یمدون ما لا یمد لیستقیم لهم الطریق التی سلوکها و ینبغی أن یسمّی التحریف انتهی (اتقان، جزء ثانی، ص۱۰۲)

اقول: بے شک تحریف ہے اور قصداً اس طور پر پڑھنے والا مستحق تحریف قرار پائے گا۔



یہاں سے ظاہر ہوا کہ مجرد تحسین صوت اور خوش الحانی جبکہ زیادتی ونقصان حروف اور مد مفرط اور تمطیط (بے جا کھینچ تان) سے پاک ہو اور قواعد قرآن کی رعایت کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ مسنون ہے۔ حدیث ابن حبان وغیرہ میں ہے:

زینوا القرآن بأصواتکم و فی لفظ عند الدارمی حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً و أخرج البزار وغیره حدیث حسن الصوت زینة القرآن و فیه أحادیث صحیحة کثیرة فان لم یکن حسن الصوت حسنة ما استطاع بحیث لا یخرج إلی حد التمطیط (اتقان، جزء ثانی، ص۱۰۷)

یعنی، قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو اور دارمی کی ایک روایت میں ہے قرآن کو اپنی آوازوں سے سنوارو۔ اس لئے کہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو بڑھاتی ہے اور بزار وغیرہ نے حدیث روایت کی کہ اچھی آواز قرآن کی زینت ہے اور اگر قاری خوش آواز نہ ہو تو جہاں تک ہو سکے اچھی آواز بنائے۔ پرونے کی کوشش میں "تمطیط" کے حد نہ پہنچے۔

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ "تمطیط" جو ناجائز ہے وہ یہ ہے کہ مد میں بہت مبالغہ کرے اور حرکات کے اشباع میں مبالغہ کرے یہاں تک کہ زبر سے "الف" پیش سے "واؤ" زیر سے "یا" نمایاں ہوجائے یا جہاں ادغام کا محل نہیں وہاں ادغام کرے۔

نیز حدیث میں ہے سرکار ﷺ نے فرمایا:

اقرؤا القرآن بلحون العرب و أصواتها و إیاکم و لحون أهل الکتابین و أهل الفسق فإنه سیجئ أقوام یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء و الرهبانیة (و فی نسخة و النوح) لا یجاوز حناجرهم مقتونة قلوبهم و قلوب من یعجبهم شانهم أخرجه الطبرانی و البیهقی **(۹)**

---

۹۔ اس حدیث پاک کو صاحب مشکوٰۃ نے ص۱۹۱ پر اور صاحب "تیسیر" نے جلد، ص۱۹۴ پر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا: "قال رسول الله ﷺ اقرؤا

یعنی، قرآن کو عربوں کے طرز اور ان کی آواز کے ساتھ پڑھو اور یہود و نصاریٰ کے طرز سے اپنے آپ کو دور رکھو اور اہل فسق (۱۰) کے طرز سے بچو۔ اس لئے کہ کچھ ایسے آئیں گے جو قرآن میں گانے کی طرح ''ترجیع'' (اتار چڑھاؤ) سے کام لیں گے اور اہل رہبانیت کے طور پر پڑھیں گے۔ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، ان کے دل فتنوں میں پڑے ہیں اور ان کے دل بھی جنہیں ان کا یہ حال بھلا لگتا ہو، اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا۔

تلاوت میں ایک مذموم طریقہ یہ بھی ہے کہ عورتوں کی آواز بنا کر تلاوت کرے جو خود ناجائز ہے تشبہ کی وجہ سے اور گانے کے طرز پر ہونے کی وجہ سے۔

علماء فرماتے ہیں کہ تفخیم کے ساتھ پڑھنا مطلوب ہے اس لئے حاکم کی حدیث میں ہے:

---

القرآن بلحون العرب و أصواتها و إياكم و لحون أهل العشق و لحون أهل الكتابين و سيجئ بعدى قوم يرجعون بالقرآن ترجيع الغناء و الرهبانية و النوح لا يجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم و قلوب الذين يعجبهم شانهم" یعنی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید عرب کے لحنوں میں پڑھو اور یہود و نصاریٰ اہلِ عشق کے لحنوں سے بچو کہ عنقریب میرے بعد کچھ ایسے لوگ آنے والے ہیں جو قرآن آ، آ کر کے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کے اتار چڑھاؤ، قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا (یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہیں کرے گا) فتنے میں ہوں گے ان کے دل اور جنہیں ان کی یہ حرکت (یعنی اس طرح کی اُتار چڑھاؤ والی قرأت) پسند آئے گی ان کے دل بھی۔

۱۰۔ آج یہ بات حفاظ و قرّائے زمانہ میں عموماً مشاہدہ کی جاسکتی ہے کہ خوش الحانی اور اتار چڑھاؤ کا بڑا خیال کرتے ہیں اگرچہ سال کے گیارہ مہینے نماز کے قریب تک نہ گئے، داڑھی منڈوائی، حرام کا ارتکاب کیا اور رمضان آتے ہی مصلّی پر کھڑے قرآن سنانے لگے، حد تو یہ ہے کہ عوام بھی صحیح القرأۃ قرّاء کو پس پشت ڈال کر گانے جیسی قرأت اور عورت جیسی آواز والے قرّا پسند کرتے ہیں بھلے ہی وہ مخارج کی صحیح ادائیگی اور تجوید سے نابلد ہوں۔ ۱۲، فاروقی



نزل القرآن بالتفخيم قال الحليمى: و معناه أنه يقرأ على قراءة الرجال و لا يخضع الصوت فيه ككلام النساء (اتقان، جزء ثانی، ص۱۰۷، ۱۰۸)

یعنی، قرآن تفخیم کے ساتھ اُترا، حلیمی نے فرمایا تفخیم کا معنی یہ ہے کہ قرآن کو مردوں کی تلاوت کے طرز پر پڑھے اور اس میں عورتوں کی بولی کی طرح آواز پست نہ کرے۔

## جب اولاد دل کی گھٹن ہو جائیں

اس سے مراد اولاد میں نافرمانی (۱۱) کی کثرت ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی اللہ جبار وقہار کی ناراضگی ہے۔ آدمی ماں باپ کو رضی کر لے تو وہ اس کے لئے جنت ہے اور اگر ناراض کر دے تو وہی اس کے لئے باعث دوزخ ہے۔

جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی اس پر سخت بلا نازل ہوگی۔

---

۱۱۔ آج والدین کے ساتھ نافرمانی کا معاملہ بھی آسانی سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے جب کہ والدین کی نافرمانی تو درکنار قرآنِ عظیم نے ان سے اونچی آواز میں بات کرنے بلکہ اُف یا ہوں تک کہنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿و لَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ (الإسراء، آیت ۲۳) ترجمہ: تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ لیکن آج معاملہ اس کے برعکس ہے ہم نے ایسے بیٹوں کو بھی دیکھا ہے جو بڑھاپے میں اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرنے کی بجائے انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے ہیں، بیمار ماں باپ دوا وغیرہ تک کے لئے محتاج ہیں۔ کوئی پُرسان حال نہیں حتی کہ اپنی بیوی کی خوشنودی کے لئے انہیں مار پیٹ کر گھروں سے بھی نکال دیتے ہیں جو ان کی دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ چنانچہ خود اسی حدیث میں اسے قیامت کی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے کہ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے اور باپ کو دور رکھے۔ ۱۲، فاروقی غفرلہ

مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

”طاعةُ اللهِ طاعةُ الوالدِ و مَعصِيَةُ اللهِ مَعصِيَةُ الوالدِ“ (مجمع الزوائد، ج٨ ص١٣٦)

یعنی، اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت ہے او راللہ کی معصیّت والد کی (نافرمانی)معصیّت ہے۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

”كل الذنوب يؤخر الله ما شاء منها إلى يوم القيامة إلا عقوق الوالدين فإن الله تعالىٰ يعجله لصاحبه فى الحياة قبل الممات“ (حاكم مستدرك، ج٤ ص١٥٦)

یعنی،سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لئے اُٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اس کے جیتے جی (دنیا ہی میں) پہنچاتا ہے۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

”ملعونٌ مَن عَقَّ والدَيهِ، ملعونٌ مَن عَقَّ والدَيهِ، ملعونٌ مَن عَقّ والدَيهِ“ (ترغيب، ج٣ ص٢٨٧)

یعنی، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے۔

امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قُدِّس سرہُ العزیز فرماتے ہیں:

والدین کے ساتھ نیکی صرف یہی نہیں کہ ان کے حکم کی پابندی کی جائے اور ان کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ نیکی یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کو ناپسند ہو اگرچہ اس کے لئے خاص طور پر ان کا کوئی حکم نہ ہو۔ اس لئے کہ ان کی ''فرماں برداری'' اور ان کو ''خوش رکھنا'' دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا حرام ہے''۔ (حقوق والدین، ص۳۸)



والدین اس کے لئے اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ ﷺ کے سائے اور ان کی ربوبیّت و رحمت کے مظہر ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہٗ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق بھی ذکر فرمایا:

﴿اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ﴾ (سورۂ لقمان، آیت ١٤)

ترجمہ: حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی رسول نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا میں اب اس کے حق سے عہدہ برآ ہو گیا، ارشاد ہوا:

لعلّه ان يكون بطلقة واحدة (مجمع الزوائد، ج٨ ص١٣٧)

یعنی، تیرے پیدا ہونے میں جس قدر درد کے جھٹکے اُس نے اٹھائے ہیں شاید اُن میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے عہدہ برآ ہو سکے۔ وہ اس کی حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیاوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ''ماں باپ'' ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے کبھی بری الذمہ نہیں ہو سکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں کوشش، اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا کرنے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے؟

## جب علماء اہلِ ثروت کے لئے سینوں پر ہاتھ باندھے جھکیں

اس سے مراد علماء کے گروہ میں وہ فساق ہیں جو مال و جاہ کی لالچ میں اہلِ ثروت کے لئے جھکیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرائیں گے اور دنیا داروں واس کی خواہش کے موافق فتویٰ دیں گے جیسا کہ آگے اسی حدیث میں بیان ہوا،

اس سے مقصود علماء (۱۲) اور عوام دونوں کی تحذیر و تنبیہ ہے۔

امام جلال الدین سیوطی حضرت عبد اللہ ابن مبارک سے اپنی کتاب ''اللآ لی المصنوعہ'' میں حدیث روایت کرتے ہیں جس کو انہوں نے ابومعن سے روایت کیا، انہوں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی سہیل ابن حسان کلبی نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک وہ چکنی پھسلنی چٹان جس پر علماء کے پیر نہیں جمتے ''طمع'' ہے۔

---

۱۲۔ رُشد و ہدایت کی راہ سے بھٹکنے والے علمائے سُوء ہی عموماً سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور چند ٹکوں کی خاطر اپنا فضل و وقار ان کے پاس گروی رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: إن أُناسا من أمتي سيتفقهون في الدين و يقرؤن القرآن و يقولون نأتي الأمراء فنصيب من دنياهم و نعتزلهم بديننا و لا يكون ذلك كما لا يجتنى من القتاد الشوك كذلك لا يجتنى من قُربهم (سنن ابن ماجه، ص ۲۳) یعنی میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی سمجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے پھر سرمایہ داروں کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم سرمایہ داروں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے دنیا حاصل کرتے ہیں اور اپنا دین بچا کر الگ ہو جاتے ہیں حالانکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا جس پر قتاد (ایک کانٹے دار درخت) سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں مل سکتا، اسی طرح سرمایہ داروں کے قُرب سے کچھ نہیں حاصل ہو سکتا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لو أن أهل العلم صانوا العلم و وضعوه عند أهله لسادوا به أهل زمانهم و لكنهم بذلوه لأهل الدنيا لينالوا به من دنياهم فهانوا عليهم (مشكوٰة شريف، ص ۳۷)، یعنی، اگر علماء اپنا علم محفوظ رکھتے اور اُسے ذی صلاحیت انسانوں پر خرچ کرتے تو زمانہ کے سردار بن جاتے مگر انہوں نے دنیا کے حصول کے لئے اپنا علم اہلِ دنیا پر خرچ کیا جس کی وجہ سے اہلِ زمانہ کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ آج کا یہ منظر بھی ہماری نگاہوں کے سامنے ہے کہ علما نے آخرت سے بے فکر ہو کر اس فانی دنیا کا حصول ہی اپنے علم کا مقصد بنا رکھا ہے اور سیاسی لیڈر بننے اور شہرت و دولت حاصل کرنے میں سرگراں ہیں، بعض ناعاقبت اندیش نام نہاد علماء اخبارات میں چھپنا اپنی معراج تصور کرتے ہیں اور طرح طرح کے لایعنی اور گمراہ کن بیانات دے کر قوم اور ذمہ داران قوم کو بدنام کرتے ہیں۔ ۱۲، فاروقی غفرلہ



حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"عن أبي معن عن أسامة بن زيد مرفوعاً ان الصفا الزلال لأهل العلم الطمع، لا يصحُّ، محمد بن مسلمة ضعيف جداً و كذا خارجة (قلتُ) أخرجه ابن المبارك في "الزُّهد" عن أبي معن قال حدثني سهيل بن حسان الكلبي أن رسول الله ﷺ قال: إن الصفا الزلال الذي لا يثبت عليه اقدام العلماء الطمع والله أعلم" (اللآلي المصنوعة، ج ۱ ص ۲۱۰)

اسی میں حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے کہ علماء اللہ کے رسولوں کے بندوں کے پاس امین ہیں جب تک بادشاہ سے نہ ملیں اور دنیا میں دخل نہ دیں تو جب دنیا میں دخل دینے لگیں اور بادشاہوں سے مل جائیں تو بے شک انہوں نے رسولوں کے ساتھ خیانت کی تو ان سے دور رہو۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن أنس مرفوعاً العلماء أمناءُ الرُّسُل على العباد ما لم يخالطوا السلطان و يدخلوا في الدنيا فإذا دخلوا في الدينا و خالطوا السلطان فقد خانوا الرسول فاعتزلوهم" (اللآلي المصنوعة، ج ۱، ص ۲۱۹)

مگر سارے علماء کا یہ حال نہ ہوگا ''بخاری شریف'' کی حدیث میں وارد ہوا جو حضرت امیر معاویہ سے مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے والا) بناتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں اللہ دیتا ہے۔ میری امت کا ایک گروہ اللہ کا حکم آنے تک اللہ کے دین پر قائم رہے گا۔ ان کے مخالف انہیں کچھ نہ نقصان پہنچا سکیں گے۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن ابن شهاب قال قال حميد بن عبد الرحمن سمعتُ معاوية خطيباً يقول سمعتُ النبي ﷺ يقول: من يرد الله به خيراً يفقّهه في الدّين و إنما أنا قاسم و الله يعطي و لن تزال هٰذه الأمة قائمة على أمر الله لا يضرّهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله" (بخاري شريف، ج ۱ ص ۶۱)

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کے خیار علماء جو شریعت کے پاسبان اور دین کے فقیہ ہیں، ہوتے رہیں گے۔ وہ خود دین پر قائم رہیں گے اور ان کی برکت سے ان کے سچے متبعین کہ اہلِ سنت و جماعت ہیں دین قائم رہیں گے۔

اس پر خود اسی حدیث میں قرینہ موجود کہ فرمایا قرّاء بکثرت ہوں گے اور فقہاء کم رہ جائیں گے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے لوگ قیامت آنے تک آتے رہیں گے اور یہ جو فرمایا کہ قاری بکثرت ہوں گے، فقرۂ سابقہ سے ملانے پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قاریوں کی کثرت سے ایسے لوگ مراد ہیں جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن اس کے معنی میں فہم و تدبر سے کام نہ لیں گے اور اس طرح صحابہ کرام کا وہ طریقہ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے انہوں نے لیا اور ان کے متبعین میں رائج ہوا، متروک ہو جائے گا۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلَمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا ہم سے حدیث بیان کی ان صحابی نے جو ہم کو قرآن پڑھاتے تھے کہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے دس آیتیں سیکھتے تھے تو دوسری دس آیتوں کی قرأت نہ شروع کرتے جب تک کہ جو ان میں علم و عمل ہے، جان نہیں لیتے۔ انہوں نے فرمایا تو حضور ﷺ ہم کو علم و عمل دونوں کی تعلیم دیتے تھے۔

اس حدیث جلیل سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو کائنات کے تمام واقعات کی خبر ہے، ماضی و مستقبل سب کا علم ہے، عالم کا ذرہ ذرہ پیش نظر ہے، قربِ قیامت کی نشانیاں اور خود قیامت سب مشاہد میں ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر اس حال میں کہ اللہ نے حضور کو اس سے مطلع فرما دیا کہ قیامت کب آئے گی، اس کی تعیین لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا بلکہ بعض احادیث سے قیامت کے احوال کا بھی پیش نظر ہونا ثابت ہے۔

علمائے کرام کی اس رائے کی تائید ایک دوسری حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو ''کنز العمال'' (ج۱۴،



ص۵۸۳) پر موجود اور خاصی طویل ہے۔

اس میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے دفن کے تھوڑے عرصہ بعد ایک ہوا کا ذکر ہے جو یمن کی طرف سے چلے گی۔ روئے زمین پر جتنے مسلمان اس وقت ہوں گے یہ ہوا ان کی روح قبض کر لے گی اور قرآن کو ایک ہی رات میں اٹھا لیا جائے گا تو انسانوں کے سینوں میں اور ان کے گھروں میں اس میں سے کچھ نہ رہے گا تو ایسے لوگ رہ جائیں گے جن میں نہ کوئی نبی ہوگا، نہ قرآن کا علم ہوگا اور نہ ان میں کوئی مسلمان ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص نے فرمایا: تو یہاں پر ہم سے قیامت کے برپا ہونے کا وقت چھپا لیا گیا تو ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کو کتنی مہلت دی جائے گی۔

حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبد الله بن عمرو أن رجلا قال له: أنت الذى تزعم أن الساعة تقوم إلى مائة سنة، قال: سبحان الله و أنا أقول ذلك! و من يعلم قيام الساعة إلا اللّٰه! إنما قلتُ: ما كان رأس مائة للخلق منذ خُلقت الدنيا إلا كان عند رأس المائة أمر، قال ثم يوشك أن يخرج ابن حمل الضأن، قيل و ما ابن حمل الضأن؟ قال رومىّ أحد أبويه شيطان، يسير إلى المسلمين فى خمسمائة ألف بحراً حتى ينزل بين عكا و صور ثم يقول: يا أهل السفن أخرجوا منها، ثم أمر بها فأحرقت، ثم يقول لهم لا قسطنطينية لكم و لا رومية حتى يفصل بيننا و بين العرب، قال فيستمد أهل الإسلام بعضهم بعضا حتى تمدهم عدن أبين على قلصاتهم فيجتمعون فيقتلون فتكاتبهم النصارى الذين بالشام و يخيرونهم بعورات المسلمين فيقول المسلمون: الحقوا فكلكم لند عدوّ حتى يقضى الله بيننا و بينكم، فيقتلون شهراً لا يكلّ لهم سلاح و لا لكم و يقذف الطير عليكم و عليهم، قال و بلغنا إنه إذا كان رأس الشهر قال ربكم:

اليوم أسلّ سيفيى فأنتقم من أعدائى و أنصر أوليائى، فيقتلون مقتلة
ما رُئِىَ مثلها قط حتى ما تسير الخيل إلا على الخيل و ما يسير
الرجل إلا على الرجل، و ما يجدون خلقاً يحول بينهم و بين
القسطنطينية، و لا رومية، فيقول أميرهم يومئذ لا غلول اليوم، من
أخذ اليوم شيئاً فهو له قال فيأخذون ما يخف عليهم و يدعون ما
ثقل عليهم فبينما هم كذلك إذا جاء هم إن الدجال قد خلفكم فى
ذراريكم، فيرفضون ما فى أيديهم و يقبلون، و يصيب الناس
مجاعة شديدة حتى أن الرجل ليحرق وتر قوسه فيأكله، و حتى أن
الرجل ليحرق حجفته فيأكلها حتى أن الرجل ليكلّم أخاه فما
يسمعه الصوت من الجهد، فبينما هم كذلك إذ سمعوا صوتاً من
السماء أبشروا فقد أتاكم الغوث فيقولون: نزل عيسى ابن مريم،
فيستبشرون و يستبشر بهم صل يا روح الله فيقول إن الله اكرم
هذه الأمة فلا ينبغى لأحد أن يؤمهم إلا منهم، فيصلى أمير
المؤمنين بالنّاس قيل: و أمير الناس يومئذ معاوية بن أبى سفيان
قال لا، يُصلّى عيسى خلفه فاذا نصرف عيسى دعا بحربته فأتى
الدجال فقال رويدك يا دجال يا كذاب فإذا رأى عيسى و عرف
صوته ذاب كما يذوب الرصاص إذا أصابته النار و كما تذوب
الألية إذا أصابتها الشمس و لو لا أنه يقول رويدًا، لذاب حتى لا
يبقى منه شئ، فيحمل عليه عيسى فيعطن بحربته بين ثدييه فيقتله
و يفرق جنده تحت الحجارة و الشجرة، و عامة جنده اليهود و
المنافقون، فينادى الحجر يا روح الله هذا تحتى كافر فاقتله، فيأمر
عيسى بالصليب و فيكسر و بالخنزير فيقتل و تضع الحرب
اوزارها حتى ان الذئب ليربض إلى جنبه ما يغمز بها، و حتى أن



الصبيان ليلعبون بالحيات ما تنهشهم، و يملأ الارض عدلاً، فبينما
هم كذلك إذ سمعوا صوتاً قال: فتحت يأجوج و مأجوج و هو
كما قال الله تعالىٰ ﴿وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ﴾ فيفسدون
الارض كلّها حتى أن أوائلهم لياتى النهر العجاج فيشربونه كله و
أن آخرهم ليقول قد كان ههنا نهر و يحاصرون عيسى و من معه
بيت المقدس و يقول ما نعلم فى الارض أحدًا إلا ذبحناه، هلموا
نرمى من فى السماء فيرمون حتى ترجع إليهم سهامهم فى نصولها
الدم للبلاء فيقولون ما بقى فى الارض و لا فى السماء فيقول
المؤمنون يا روح الله ادع عليهم بالفناء فيدعوا الله عليهم، فيبعث
النغف فى آذانهم فيقتلهم فى ليلة واحدة، فتنتن الأرض كلها فى
جيفهم فيقولون يا روح الله نموت من النتن فيدعوا الله، فيعث
وابلا من المطر فجعله سيلا فيقذفهم كلهم فى البحر ثم يسمعون
صوتاً فيقال مه؟ قيل غزى البيت الحصين فيبعثون جيشا فيجدون
اوائل ذلك الجيش و يقبض عيسى ابن مريم و وليه المسلمون و
غسلوه و حنطوه و كنفوه و صلوا عليه و حفروا له و دفنوه،
فيرجع أوائل الجيش و المسلمون ينفضون أيديهم من تراب قبره،
فلا يلبثون بعد ذلك إلا يسيرا حتى يبعث الله الريح اليمانية، قيل و
ما الريح اليمانية؟ قال ريح قِبَل اليمن ليس على الارض مؤمن يجد
نسيمها إلا قبضت روحه قال و يسرى على القرآن فى ليلةٍ واحدةٍ
و لا يترك فى صدور بنى آدم و لا فى بيوتهم منه شئ إلا رفعه ا لله
فيبقى الناس ليس فيهم نبى و ليس فيهم قرآن و ليس فيهم مؤمن
قال عبد الله بن عمرو فعند ذلك أخفى علينا قيام الساعة فلا ندرى
كم يتركون كذلك تكون الصيحة، قال و لم تكن صيحة قط إلا

بغضب من الله على أهل الأرض، قال و قال الله تعالىٰ ﴿وَ مَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ (سوره ص، آیة ١٥) قال فلا أدری کم یترکون کذلك" (کنز العمال، ج١٤، ص٥٧٩)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ان سے قیامت کے وقت چھپا لیا گیا اور چھپانے والے حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہے تو یہ چھپانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرکار ﷺ کو قیامت کے برپا ہونے کے وقت کی خبر تھی مگر بتانے کا حکم نہ تھا اس لئے صحابہ کرام سے چھپایا۔

''بخاری شریف'' کتاب الوضو میں حضرت اسماء بنت ابوبکر سے حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسی چیز نہیں جو میں نے اب سے پہلے نہ دیکھی تھی مگر یہ کہ ان کو ایسے مقام پر دیکھا یہاں تک کہ جنت دوزخ کا مشاہدہ فرمالیا اور بے شک میری طرف وحی آتی ہے کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے فتنۂ دجال کے مثل یا اس کے قریب تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آئیں گے، تو پوچھا جائے گا اس شخص کے بارے میں (یعنی حضور ﷺ کے بارے میں) تمہارا کیا علم ہے؟ تو مومن یا موقن (شک راوی) کہے گا کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس روشن نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے تو ہم نے ان کا کہا مانا اور ایمان لائے اور ان کی پیروی کی، تو اس سے کہا جائے گا سو جا بھلا چنگا، اس سے کہا جائے گا کہ ہمیں معلوم تھا بے شک تو مومن ہے، اور منافق یا مرتاب (شک راوی) کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں نے وہی کہا۔ حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن جدتها أسماء بنت أبی بکر أنها قالت أتیت عائشة زوج النبی ﷺ حین خسف الشمس فإذا الناس قیام یصلّون فإذا هی قائمة تصلّی فقلت ما للنّاس فأشارت بیدها نحو السماء و قالت سبحان الله فقلت اٰیة فأشارت أن نعم فقمتُ حتی تجلانی الغشی و جعلت أصب فوق رأسی مآء فلما انصرف رسول الله ﷺ حمد الله و أثنی علیه ثم قال ما من شئ کنتُ لم أره إلا قد رأیت فی مقامی هذا حتی الجنة و النار و لقد أوحی إلی أنکم تفتنون فی



القبور مثل أو قریباً من فتنة الدجال لا أدری أی ذلك قالت أسماء یؤتی أحدکم فیقال له ما علمك بهذا الرجل فأما المؤمن أو الموقن لا أدری أی ذلك قالت أسمآء فیقول هو محمد رسول الله جآءنا بالبینات و الهُدی فأجبنا و امنا و اتبعنا فیقال نم صالحاً فقد علمنا ان کنت لمؤمنا و أما المنافق او المرتاب لا أدری أی ذلك قال أسماء فیقول لا أدری سمعت الناس یقولون شیئاً فقلته" (بخاری شریف، ج١، ص٣٠، ٣١)

## جب مسجدیں آراستہ کی جائیں

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں جو باتیں شمار کی گئیں وہ سب ناجائز وحرام نہیں۔ ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو جائز ومباح ہیں مثلاً مصحف شریف کو سونے چاندی سے مزین کرنا اور مسجد کو نقش ونگار سے آراستہ کرنا امر مباح ہے۔ (۱۳)

۱۳۔ لیکن افسوس کہ آج ہماری مسجدیں دل کو منتشر کر دینے والے رنگ برنگے ٹائلس، دیدہ زیب جھالر و فانوس ہفت رنگے قمقموں، دلفریب مرمریں فرش، بیش بہا نقش ونگار والے پردوں، اونچے اونچے میناروں اور دیگر دنیاوی زیب وزینت اور آرام وراحت کی چیزوں سے تو آباد ہیں مگر نمازیوں سے یکسر خالی ہیں۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے۔

مسجد تو بنا لی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی نہ بن سکا

اور جو نمازی ہیں وہ دنیا کی ساری باتیں لے کر مسجد ہی میں بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ فقہاء کرام نے مساجد میں دنیا کی جائز باتیں بھی کرنا ممنوع قرار دی ہے۔ اور قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی کہ لوگ مساجد میں دنیا کی باتیں کریں گے چنانچہ کنز العمال (ج۱۴) پر ہے: "لا تقوم الساعة حتی یتباهی الناس فی المساجد" (یعنی قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک لوگ مسجدوں میں فخریہ باتیں نہ کرنے لگیں)۔ بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں امام حسن بصری سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ

''درمختار'' (ج۶ص۳۸۶) میں ہے:

"و جاز تحلية المصحف (اى بالذهب و الفضة) لما فيه من تعظيمه كما فى نقش المسجد"

یعنی، مصحف کواس کی تعظیم کی خاطر سونے اور چاندی سے مزین کرنا جائز ہے، جیسے مسجد کوآراستہ کرنا۔

اور مسجد کےنقش ونگار کے جواز پر خود حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما شاہد ہے کہ فرمایا:لتزخرفنها،تم ضرور مسجدوں کومنقش کروگے اورحضورعلیہ الصلاۃ والسلام سے اس امر کی ممانعت نقل نہ فرمائی۔

خود حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاعمل اس کے جواز پر شاہد عدل ہے۔

''بخاری شریف'' میں ہے کہ مسجد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں کچی اینٹ کی بنی تھی اوراس کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں توسیع فرمائی اوراس کواسی طرح بنایا اینٹ اور کھجور کے پتوں سے جیسی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں تھی اوراس کے ستون نقشیں پتھر کے بنائے اور بیش قیمت لکڑی کی چھت بنائی۔حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عبد الله بن عمر أخبره أن المسجد كان على عهد رسول الله ﷺ مبنياً باللبن و سقفه الجريد و عمده خشب النخل فلم يزد فيه ابو بكر شيئاً و زاد فيه عمر و بناه على بنيانه فى عهد رسول الله ﷺ باللبن و الجريد و أعاد عُمده خشباً ثم غيره عثمان فزاد فيه زيادة

آئے گا کہ مسجدوں میں دنیاوی باتیں ہوا کریں گی،تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کہ اللہ کوان کی کوئی پرواہ نہیں۔(بحوالہ بہارشریعت،ج۱،حصہ سوم،ص۱۸۱)۔نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:"اذا زخرفتم مساجدكم و حليتم مصاحفكم فالدمار عليكم" (كنز العمال، ج١٤، ص ٢١٠) یعنی جب تم اپنی مسجدوں کوسجانے لگو اور قرآن کو دیدہ زیب بنانے لگوتو سمجھ لوکہ تمہاری ہلاکت کاوقت قریب ہے۔۱۲،فاروقی غفرلہ



كثيرة و بنى جداره بالحجارة المنقوشة و القصة و جعل عمده من حجارة منقوشه و سقفه بالساج" (بخارى شريف، ج١، ص٦٤)

یہاں سے معلوم ہوا کہ ہرنئی بات جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہ تھی، ناجائز نہیں بلکہ یہ (بدعت) کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہوں کے ردّ کے لئے دلائل قائم کرنا اور کتاب وسنت کوسمجھنے کے لئےنحو وصرف وغیرہ مبادی کوسیکھنا اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے سرائے اور مدرسے بنانا اور ہروہ نیکی جوصدر اول میں نہ تھی اور کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے ایک قول پر مسجد کانقش ونگار اور کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے، کپڑے اور توسق وغیرہ كما فى رد المحتار۔

اور ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ جلّ وعلا و رسول ﷺ نے سختی سے منع فرمایا وہ ممنوع وناجائز ہےاور جس سے منع نہ فرمایا وہ ممنوع نہیں بلکہ مباح ہےاور"الأصل فى الأشياء إباحة" اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

## جب مہینے گھٹ جائیں

''مجمع بحارالانوار'' میں ہے:اہلِ ہیئت نے کہا کہ دائرۃ البروج، دائرہ معدل النہار پر مستقبل میں منطبق ہوجائے گا۔توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے درمیان ایک دائرۂ عظیمہ مانا گیا ہے جس کا فصل دونوں قطبوں سے برابر ہے یعنی وہ دائرہ عظیمہ قطب شمالی سے ۹۰ درجے پر ہے اور قطب جنوبی سے بھی ۹۰ درجے پر ہے، اسی دائرۂ عظیمہ کا نام دائرۂ معدل النہار ہے۔

۱۲/مارچ اور ۲۴/ستمبر کو آفتاب دائرہ معدل النہار پر حرکت کرتا ہے اور ۲۲/جون کو آفتاب جس نقطہ سے طلوع کرتا ہے، اس نقطے سے ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ جنوب میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲ جون کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے، اس نقطے سے بھی ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ جنوب معدل النہار ہے اور ۲۲/دسمبر کو آفتاب جس نقطے سے طلوع کرتا ہے اس نقطے سے ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے۔

یونہی ۲۲؍دسمبر کو جس نقطہ پر آفتاب غروب کرتا ہے، اس نقطہ سے بھی ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ شمال میں معدل النہار ہے یعنی ۲۲؍جون اور ۲۲؍دسمبر کے مطلع کے عین وسط میں معدل النہار ہے۔ یونہی ۲۲؍جون اور ۲۲؍دسمبر کے مطلع کے جائے غروب کے بیچ و بیچ معدل النہار ہے۔

اس کو معدل النہار اس لئے کہا جاتا ہے کہ سورج جب اس دائرہ کے سیدھ میں آتا ہے تو تمام مقامات میں دن رات تقریباً برابر ہوتے ہیں جو دائرۂ معدل النہار کو اس طرح قطع کرتا ہے کہ دونوں قطبوں میں ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ فصل رہتا ہے۔ اسی دائرۂ عظیمہ کو دائرۃ البروج یا منطقۃ البروج کہتے ہیں۔ اس دائرہ سے ستاروں کی حرکات کی مقدار طول اور میل شمس معلوم ہوتا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جب تک یہ دائرۂ عظیمہ، دائرۂ معدل النہار کو اس طور پر کاٹتا ہوا چلے گا کہ مندرجہ بالا فاصلہ دونوں میں قائم رہے اور جب تک حرکت شمس معمول کے مطابق رہے۔

’’تفسیر کبیر‘‘ میں امام رازی علیہ الرحمہ نے ﴿وَ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ﴾ کی تفسیر میں ایک قول یہ نقل کیا:

”القيت و رميت عن الفلك“ (تفسير كبير، ج٣١ ص٦٦)

یعنی، جب سورج فلک سے نیچے ڈال دیا جائے۔

اس سے اس قول کی تائید اور حدیث کی تصدیق مستفاد ہوتی ہے اور اس صورت میں خود آیت کریمہ سے مضمون حدیث کی تصدیق ثابت ہے اور حدیث کا مضمون مفہوم آیت کا بیان ہے کہ سورج جب اپنے مدار سے نیچے جو زمین سے کروڑوں میل اُوپر ہے، اپنے مدار سے نیچے پھینکا جائے گا تو لامحالہ اس کا دائرہ چھوٹا ہوتا جائے گا اور نیچے آنے کے سبب اس کی حرکت تیز ہو جائے گی تو مسافت بھی کم اور حرکت شمس بھی تیز ہوگی۔

لہٰذا بداہۃً زمانے کی مقدار گھٹ جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے



حدیث مروی ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی، زمانہ قریب ہو جائے گا (تھوڑا رہ جائے گا) تو سال مہینہ کی طرح اور مہینے جمعہ کی طرح اور جمعہ کی مدت اتنی ہوگی جتنی دیر میں کھجور کی ٹہنی آگ میں جل جائے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”عن أبي هريرة قال قال إذا اقتربت الساعة تقارب الزمان فتكون السنة كالشهر و الشهر كالجمعة و الجمعة كاحتراق السعفة في النار“ (كنز العمال، ج١٤، ص٢٢٧)

سال اور مہینہ وغیرہ کی مقدار قائم رہے گی اور یہ فاصلہ جتنا کم ہوتا جائے گا اس کے نتیجہ میں دائرۃ البروج دائرۂ معدل النہار سے بتدریج نزدیک ہوتا جائے گا اور زمانے کی مقدار گھٹتی جائے گی۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ مہینے گھٹ جائیں گے، اپنے ظاہری معنی پر ہے اور کوئی وجہ حقیقی معنی سے مانع نہیں تو وہی حقیقتاً مراد ہے اور حدیث جو آخر میں ذکر کی گئی وہ فقرۂ حدیث سے فقرۂ مذکورہ کی تفسیر ہے۔ وللہ الحمد

بالجملہ مضمون حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور ظاہری معنی مراد لینے میں نہ کوئی استحالہ ہے نہ کوئی اور دلیل شرعی ایسی ہے جو ظاہری معنی سے عدول کی مقتضی ہے بلکہ ’’بخاری شریف‘‘ میں اس مضمون کو مؤید حدیث موجود ہے جس میں ’’تقارب الزمان‘‘ فرمایا گیا، جس سے زمانے کا باہم قریب ہونا ظاہراً مستفاد ہے۔ ’’مسلم شریف‘‘ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا، صحابہ نے عرض کیا زمین میں دجال کی مدت اقامت کتنی ہوگی؟ فرمایا: چالیس دن، ایک دن ایک سال جیسا ہوگا اور ایک دن ایک مہینے جیسا ہوگا اور ایک دن ایک جمعہ جیسا یعنی ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور دجال کے باقی ایام تمہارے دنوں جیسے ہوں گے تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! تو وہ دن جو ایک سال برابر ہوگا تو کیا ہمیں اس میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا، کہا نہیں اس کے لئے اندازہ رکھو۔

علامہ شلبی امام کمال الدین ہمام سے ’’حاشیہ تبیین الحقائق‘‘ سے ناقل، انہوں نے

اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرمایا، بے شک سرکار علیہ السلام نے اس حدیث میں اپنے ارشاد میں عصر کی تین سونمازیں واجب فرمائیں، اس سے پہلے کہ سایہ ایک مثل یا دو مثل ہو اوراسی پر باقی نمازوں کو قیاس کرو۔(تبیین الحقائق، ۱/۸۱)

یہاں سے ظاہر ہوا تقارب زمان اور نقصان مقدار سال وایام اپنے ظاہر پر ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں بلکہ حدیث مسلم صاف صاف واقع تاویل ہے یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ سورج کا میل شمس جو مذکور ہوا، اس کا اسی مقدار معتاد پر قائم رہنا ضروری نہیں بلکہ اس میں بتدریج کمی ہوتی رہے گی، تیزی سے موسم کی تبدیلی کا مشاہدہ ہے اس کی روشنی دلیل ہے نیز قرآن شریف میں فرمایا:

**﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾**

ترجمہ: اور سورج چلتا ہے اپنے ٹھہراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔(کنزالایمان)

آیت کریمہ سے ظاہر کہ سورج مسلسل اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے اور جب سورج اپنے مستقر کی طرف رواں دواں ہے تو ضرور اس کی اس کے لئے ایک مسافت مقدر ہے جسے اس کو قیامت تک طے کرنا ہے لہٰذا وہ کسی ایک مستقر پر نہیں ٹھہرتا بلکہ جب کسی مستقر پر پہنچتا ہے بحکم الٰہی وہاں سے دوسرے مستقر کی طرف رواں ہو جاتا ہے یہی سلسلہ اس کی انتہائے سیر تک یعنی قیامت تک جاری رہے گا۔تفسیر کبیر میں ہے:

”و علی هذا فمعناه تجری الشمس وقت استقرارها أی کلما استقرت زمانًا امرت بالجری فجرت و یحمیل أن تکون بمعنی إلی أی إلی مستقر لها و یؤید هذا قرأة من قرأ **﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ اِلٰی مُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾** و علی هذا ففی ذلك المستقر وجوه (الأول) یوم القیامة و عنده تسقر و لا یبقی لها حرکة“ (۷۱/۲۶)

یعنی، اوراس کی تقدیر پر جب کہ لام افادۂ وقت کے لئے ہوتو آیت کا معنی یہ



ہے کہ کہ سورج اپنے زمانۂ استقرار میں چلتا ہے یعنی جب کسی زمانہ میں کسی مستقر پر پہنچتا ہے اس کو وہاں سے چلنے کا حکم ہوتا ہے تو چل پڑتا ہے اور یہ احتمال ہے کہ لام بمعنی **الی ہو** یعنی سورج اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے اوراس توجیہ کی مؤید اس کی قرأت ہے جس نے یوں پڑھا **﴿وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ اِلٰی مُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾** اوراس توجیہ پر اس مستقر مذکور میں چند توجیہات ہیں پہلی یہ کہ وہ مستقر یوم قیامت ہے اور اس دن سورج ٹھہر جائے گا اوراس میں حرکت نہ رہے گی۔

اسی میں ہے:

”قوله (ذلك) یحتمل أن یکون أشارة إلی جری الشمس أی ذلك الجری تقدیر الله (إلی أن قال) ان الشمس فی ستة اشهر کل یوم تمر علی مسامتة شئ لم تمر من امسها علی تلك المسامتة“ (۷۲/۲۶)

یعنی، اوراللہ کا فرمان ”**ذلک**“ اس میں احتمال ہے کہ اس میں شارہ ہو سورج کے چلنے کی طرف یعنی سورج کا یہ چلنا اللہ کی تقدیر ہے، یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ سورج چھ مہینوں میں ہردن کسی شئے کی سمت سے گزرتا ہے کہ گزشتہ کل اس سمت سے نہ گزراتھا۔

اس سے ظاہر کہ سورج مسلسل چل رہا ہے اور ایک مسافت طے کررہا ہے اور اسے کسی مستقر پر قرار نہیں۔اعلیٰ حضرت نے عبداللہ بن مسعود کی ایک قرأۃ نقل کی کہ انہوں نے یوں پڑھا ”**لا مستقر لها**“ یہ تفاوت میل اور بتدریج ارتفاع وانخفاض اور بعد وقرب میں تفاوت کا مقتضی ہے اور آخر کار قیامت کے نزدیک سورج کے زمین سے زیادہ قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے جو تقارب زمان اور یوم و سال میں نقصان کا مقتضی ہے جس کا افادہ احادیث نے فرمایا:

”و فی الآیة وجوه اخر و القرآن محتج به علی جمیع وجوهه کما

أفاده الإمام سيدي أمجد مولانا الشيخ أحمد رضا قُدس سره نقلاً
الزرقانی علی المواهب"

## جب عورتیں ترکی گھوڑوں پر بیٹھیں

یعنی فخر ومباہات کے طور پر مردوں سے مشابہت اختیار کریں، چنانچہ متصلاً فرمایا گیا:
''اورعورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کریں''۔

تو یہ قرینہ مقارنہ سابقہ کا بیان ہے مزید برآں اس میں افادۂ عموم ہے یعنی خاص شہ سواری ہی نہیں بلکہ اور بھی مردانہ اطوار اپنائیں گی اور مستحق ذنب (گناہ) ہوں گی۔ (۱۴)

بلاضرورت صحیحہ عورت کو گھوڑے پر چڑھنا منع ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا مردانہ کام ہے، حدیث میں اس پر لعنت آئی، ابن حبان اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یکون فی آخر امتی نساء یرکبون علی مرج کاشباه الرجال (الحدیث)
وفی آخره العنوهن فإنهن معلونات" (مورد الظمآن، ص ۳۵۱)

یعنی، میری امت کے آخر میں کچھ ایسی عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح

---

۱۴۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ لڑکیاں بھی بے جھجک مردوں کی طرح بال رکھتی ہیں، جینز پینٹ اور ٹی شرٹ جیسے تنگ وچست کپڑے پہن رہی ہیں جس سے ان کے بدن کے سارے نشیب و فراز واضح ہو جاتے ہیں یعنی کپڑا پہننے کے باوجود بھی وہ ننگی ہی ہوتی ہیں اور یہ دعوت گناہ دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے:"عن ابن عمر قال لا تقوم الساعة حتی يتسافد الناس تسافد البهائم فی الطرق" (کنز العمال، ج۱٤، ص۲٤٦) یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی جب تک کہ لوگ جانوروں کی طرح راستوں میں جفتی نہ کرنے لگیں۔ آج جا بجا سڑکوں او رمیلوں میں اعلانیہ زنا کاری کی وارداتیں ہونے لگی ہیں، جن کی خبریں ہم آئے دن اخبارات میں ملاحظہ کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اس قدر بے حیائی وعریانیت بڑھ جائے گی تو انجام یہی ہوگا۔۱۲، فاروقی غفرلہ



جانوروں پر سوار ہوں گی (الحدیث) اور اس کے آخر میں یہ الفاظ آئے:
ان عورتوں پر لعنت بھیجو کیوں کہ وہ ملعون ہیں۔
سنن ابی داؤد میں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے:

"قیل لعائشة ان امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول الله ﷺ الرجلة من النساء" (۲/۲۱۰)

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا: ایک عورت مردانہ جوتا پہنتی ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں نے لعنت فرمائی جو مردانی وضع اختیار کریں۔

زنانِ عرب جو اوڑھنی اوڑھتیں، حفاظت کے لئے سر پر پیچ دے لیتیں، اس پر یہ ارشاد ہوا کہ ایک پیچ دیں دو نہ دیں کہ عمامہ والے مردوں سے مشابہت نہ ہو جائے کیونکہ عورتوں کو مردوں سے اور مردوں کو عورتوں سے تشبہ حرام ہے۔

امام احمد وابوداؤد وحاکم نے بسند حسن ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی:

"ان النبی ﷺ دخل علیها و هی تختمر فقال لية لا ليتين" (سنن أبی داؤد، ۲/۲۱۲)

یعنی، نبی اکرم ﷺ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ اوڑھنی اوڑھ رہی ہیں تو ارشاد فرمایا سر پر صرف ایک پیچ دو، دو نہ ہوں۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اُمّ سعید بنت اُمّ جمیل کو کمان لگائے مردانی چال چلتے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

"سمعت رسول اله ﷺ يقول ليس ما من تشبه بالرجال من النساء و لا من تشبه بالنسا من الرجال"، رواه أحمد و الطبرانی (مسند أحمد بن حنبل، ۲/۲۰۰)

یعنی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا کہ وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور وہ مرد بھی جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرے، اسے امام احمد وطبرانی نے روایت کیا۔

عورت کو اپنے سر کے بال کترنا حرام ہے اور کترے تو معلونہ کہ یہ مردوں سے مشابہت ہے اور عورتوں کا مردوں سے تشبہ حرام، درمختار میں ہے:

"قطعت شعر رأسها أثمت و لعنت و المعنى المؤثرة التشبه بالرجال" (۲/۲۵۰)

یعنی، کسی عورت نے سر کے بال کتر ڈالے تو گنہگار ہوئی نیز اس پر اللہ کی لعنت ہوئی، اس میں جو علت مؤثرہ ہے وہ مردوں سے تشبہ ہے۔

## جب عورتیں مردوں اور مرد عورتوں سے مشابہت کریں

یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ نشانی واقع ہو چکی۔ زمانہ حال میں بکثرت اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ مسند احمد (ج ۱ ص ۳۳۹) پر ہے:

"لعن الله المشتبهين من الرجال بالنّساء و المشتبهات من النّساء بالرجال"

یعنی، اللہ کی لعنت ہے ان لوگوں پر جو عورتوں کی وضع اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع اختیار کریں۔

آج عورتوں اور مردوں نے بہت سے طریقے ایک دوسرے سے مشابہت کے اختیار کر لئے ہیں، انہیں میں یہ مروجہ چین کی گھڑی ہے جسے عام طور پر مردوں میں پہننے کا رواج ہو گیا ہے۔

یہاں تک کہ بہت سارے امام، مولوی اور مفتی بھی بے دریغ اس کو پہنے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ قطعاً زینت ممنوعہ اور تحلّی ناجائز ہے۔ اس کا جواز اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے کلمات سے بتایا جا رہا ہے حالانکہ ان کے کلمات سے ہرگز اس کا جواز ثابت



نہیں ہوتا۔

اوّلاً تو یہ چین جو ہاتھ میں پہنی جاتی ہے ان (اعلیٰ حضرت) کے زمانے میں تھی ہی نہیں۔

ثانیاً جس چین پر اس کو قیاس کیا جا رہا ہے اس کے تعلق سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ متعدد جگہ جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اس کی صاف حرمت مستفاد ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت سے یہ سوال ہوا کہ "فی زمانناکرتوں اور صدریوں میں چاندی کے بوتام مع زنجیر لگاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ الیٰ آخرہ"۔ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

چاندی کے صرف بوتام ٹانکنے میں کوئی حرج نہیں کہ کتب فقہ میں سونے کی گھنڈیوں کی اجازت مصرح ...... مگر یہ چاندی کی زنجیریں کہ بوتاموں کے ساتھ لگائی جاتی ہیں سخت محل نظر ہیں، کلمات ائمہ سے جب تک ان کے جواز کی دلیل واضح کہ آفتاب روشن کی طرح ظاہر و جلی ہو، نہ ملے حکم جواز دینا محض جرأت ہے کہ چاندی سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ "اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں: اصل در استعمال ذہب و فضہ حرمت است، یعنی جب شرع مطہر نے حکم تحریم فرما کر ان کی اباحت اصلیہ کو نسخ کر دیا تو ان میں اصل حرمت ہو گئی کہ جب تک کسی خاص چیز کی رخصت شرع سے واضح و آشکار نہ ہو، ہرگز اجازت نہ دی جائے گی بلکہ مطلق تحریم کے تحت داخل رہے گی، ھذا اوجہ واقول ثانیاً ظاہر ہے کہ ان زنجیروں کے اس طرح لگانے سے تزین کو تحلّی کہتے ہیں۔ علما تصریح فرماتے ہیں مرد کو سوا انگوٹھی پیٹی اور تلوار کے سامان مثل پرتلے وغیرہ کے چاندی سے تحلّی کسی طرح جائز نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۹ ص۳۴)

نیز اسی کے صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹ پر فرماتے ہیں:

زنجیروں کے لئے نہ زر (بٹن) کی طرح کوئی نص فقیر نے پایا، نہ جواز پر

کوئی صاف دلیل بلکہ وہ بظاہر مقصود بنفسہا ہیں، نہ زر کی طرح کپڑے کی کوئی غرض ان سے متعلق، نہ علم کی طرح ثوب میں مستہلک کے تابع ثوب ٹھہریں، نہ ان سے سنگار اور زینت کے سوا کوئی اور فائدہ مقصود اور وہ زیور زبان سے کمال مشابہ ہیں، ان کی ہیأت وحالت بالکل سہاروں کی سی ہے کہ ایک طرف ان کے کنڈوں پر بالیاں پروکر ان کو دونوں جانب سے پیشانی کے بالوں پر لاکر ڈال کر ملا دیتے ہیں وہ بھی ان زنجیروں کی طرح لڑیاں ہی ہیں بلکہ ان سے علاوہ تزین ایک فائدہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ بالیوں کا بوجھ کانوں پر نہ پڑے یہ انہیں اٹھا کر سہارا دیئے رہیں اسی لئے ان کو سہارے کہتے ہیں اور ان زنجیروں کی لڑیاں سوا زینت کے کوئی فائدہ نہیں دیتیں تو بہ نسبت سہاروں کے ان کی لڑیاں جھومر کی لڑیوں سے اشبہ ہیں اور سہاروں کی طرح یہ بھی داخل ملبوس ہیں بلکہ ان کی صرف زینت کے لئے بالذات مقصود اور کپڑے کی اغراض سے محض بے تعلق ونا مستہلک ہونا جھومر کی طرح ان کے اور بھی زیادہ لبس مستقل کا مقتضی ہے الی آخرہ۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ کے زمانے میں جو جیبی گھڑی کی چین رائج تھی، جسے کرتے صدری وغیرہ میں لگا گھڑی جیب میں رکھتے تھے، ان کے نزدیک اس کا بھی وہی حکم ہے جو زیور کا ہے تو یہ چیز جو دستی گھڑی میں لگائی جاتی ہے بدرجۂ اَولیٰ زیور ہے اور اس کے پہننے سے تحلی وزیبائش مقصود ہونا ظاہر تر ہے۔

لہٰذا اس کی حرمت اظہر اور اس میں عورتوں سے تشبہ باہر وروشن تر۔ وہاں پہننے سے مشابہ ہونے کی وجہ سے حکم حرمت دیا تو یہاں پہننے میں کوئی شبہ ہی نہیں تو یہاں خالص حرمت ہے نہ کہ شبہ حرمت! جس کے بارے میں فرمایا:

محرمات میں شبہ مثل یقین ہے تو اس میں چیز کی حرمت بہ نسبت زنجیر کے



خوب آشکار ہے۔

یہاں سے مجوزین کے قیاس کی حالت ظاہر ہوگئی۔ ہماری دانست میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ کے کلمات میں نہ تعارض ہے، نہ ان کے کسی فتویٰ سے اس چیز یا اس زنجیر کا جواز نکلتا ہے۔

بالفرض اگر صورت تعارض ہو بھی تو رجوع ان تصریحات کی طرف لازم ہے کہ خود قوی اور شبہ سے صاف ہے اور جس کلمہ سے اس کی خلاف متوہم ہو، اس کی تاویل لازم ہے اور اس طرح تطبیق دینا ضروری ہے۔

لہٰذا اگر ''الطیب الوجیز'' میں علامہ شامی کی اس بحث کے پیش نظر کہ یہ وضع لبس ہے یا محض تعلیق زنجیر، اعلیٰ حضرت نے یہ فرمادیا: ''احتراز اَولیٰ ہے یا اس سے بچنا چاہئے''۔

تو تاویل اس کلمۂ تو ہم جواز کی ضروری ہے تاکہ دوسرے فتاویٰ سے تعارض لازم نہ آئے۔ بسا اوقات ''اَولیٰ'' یا اس کے ہم معنی لفظ کا اطلاق ''واجب'' پر کرتے ہیں۔ چنانچہ ''عنایہ'' (ج ا ص ۲۴۲) پر ہے:

> "و كذالك إن صلّى على النبى ﷺ يستمعون و ينصتون سأل أبو يوسف أبا حنيفة رحمهما الله اذا ذكر الإمام هل يذكرون و يصلّون على النبى ﷺ قال أحبّ إلى أن يستمعوا و ينصتوا و لم يقل لا يذكرون و لا يصلّون فقد أحسن فى العبارة و احتشم من أن يقول لا يذكرون و لا يصلون على النبى ﷺ و إنما كان الاستماع و الإنصات أحبّ لأن ذكر الله و الصلوٰة على النبى عليه السلام ليس بفرض و استماع الخطبة فرض"

یعنی، یونہی اگر خطیب نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود پڑھے تو لوگوں کو سننا اور چپ رہنا لازم ہے۔ امام ابو یوسف نے امام اعظم نے پوچھا امام اگر ذکر کرے کیا مقتدی بھی ذکر کریں اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھیجیں؟ امام اعظم نے فرمایا: مجھے یہ پسند ہے کہ لوگ خطبہ سنیں اور خاموش

رہیں اور امام اعظم نے یہ نہ کہا کہ ذکر نہ کریں اور درود بھیجیں تو اس طرح تعبیر میں حسن اسلوب سے کام لیا اور یہ کہنے سے بچے کہ ذکر نہ کریں اور درود نہ بھیجیں اور سننا اور خاموش رہنا اس لئے پسندیدہ ٹھہرا کہ اللہ کا ذکر اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنا فرض نہیں اور خطبہ کا سننا فرض ہے۔

نیز ’’جوہرہ نیرہ‘‘ (ج۲ص۲۶۰) پر ہے:

”و ینبغی ان یکون قدر فضة الخاتم مثقالاً و لا یزاد علیه و قیل لا یبلغ به المثقال“

یعنی، انگوٹھی کی چاندی کی مقدار ایک مثقال ہونا چاہئے اور اس سے زیادہ کرنا منع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چاندی کی مقدار پوری ایک مثقال نہ کرے۔

اس جگہ بھی ”یجب“ (واجب) کی جگہ ینبغی (چاہئے) فرمایا۔خود ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ میں اس کی نظیر یہ ارشاد ہے عشرہ محرم میں تین رنگوں کی بابت فرماتے ہیں:

مسلمان کو چاہئے عشرۂ مبارکہ میں تین رنگوں سے بچے، سبز، سرخ، سیاہ۔ سبز کی وجہیں تو معلوم ہوگئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں۔سیاہ میں اودا، نیلا، کاسنی، سبز میں کاہی، دھانی پستی سرخ میں گلابی، عنابی نارنگی سب داخل ہیں۔غرض جس پر ان میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر، الیٰ آخرہ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۹ص۳۰۱)

یہاں بہتر اور حرام کے تقابل سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر سوگ یا خوشی کی نیت نہ ہو تو ان کپڑوں کو پہننا جائز بلکہ اچھا بہتر کے مقابل بہ یعنی اچھا ہے حالانکہ سیاق کلام سے یہ معنی کس قدر بیگانہ ہے۔ یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں تو قطعاً یہاں بہتر معنی تفضّل پر نہیں، نہ محض مستحب کے معنی میں اور یہاں عبارت میں لفظ ’’چاہئے‘‘ بھی محض مستحب کے معنی میں



نہیں کہ مقابل واجب قرار پائے بلکہ مراد یہ ہے کہ کہ اگر یہ نیت نہ بھی ہو، جب بھی ان کی مشابہت سے بچنا اَولیٰ واوجب ہے تو یہاں بھی لفظ ’’چاہئے‘‘ اور بہتر ’’واجب‘‘ کی جگہ استعمال ہوا ہے اس لئے پہلے یہ کہا:

عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں، یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں اِلیٰ آخرہ۔ (ایضاً، ج۹ص۳۰۰)

شاید ایک وجہ اس جیبی گھڑی کی زنجیر کے جواز کی ممکن ہے۔اس صورت میں جب کہ وہ چیز چاندی وسونے کے علاوہ کسی اور دھات کی ہو اور اس سے تحلی زیبائش ونمائش مقصود نہ ہو بلکہ گھڑی کی حفاظت کے لئے کپڑے میں چھپا کر لگائی جائے۔

اس صورت میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلمات سے اگر اس چیز کے جواز کا ایہام ہوتا ہے تو اس کا محمل یہی صورت ہے اور اسی صورت پر ان کے کلمات کو محمول کرنے سے ان کے فتاویٰ میں تعارض کا وہم مندفع ہو جاتا ہے، مگر یہ صورت جیبی گھڑی کی چین میں نہیں تو اس پر قیاس درست نہیں کہ دونوں صورتیں جداگانہ ہیں۔

## جب غیر اللہ کی قسم کھائی جائے

علامت قیامت میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی بتایا کہ لوگ غیر اللہ کی قسم کھائیں گے اور غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً ممنوع ہے۔حدیث شریف میں ہے:

”من حلف بغیر الله فقد أشرك“ (فیض القدیر، ج٦ ص ١٢٠)

یعنی، جو غیر اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہے۔

یعنی حقیقتاً مشرک ہے اگر غیر اللہ کی وہ تعظیم مراد لے جو اللہ کے لئے خاص ہے، اسی قبیل سے بتوں کی قسم کھانا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے حدیث ہے: جو قسم کھائے تو اپنی قسم میں یوں کہے ’’لات و عُزّیٰ کی قسم‘‘ تو وہ کلمۂ توحید پڑھے اور جو اپنے دوست سے کہے ’’آؤ تم سے جوا کھیلوں‘‘ تو وہ صدقہ دے۔

حدیث کے اس فقرے سے معلوم ہوا کہ گُناہ کا ارادہ جب دل میں پختہ ہو جائے تو یہ بھی گُناہ ہے اور اس کو ظاہر کرنا دوسرا گُناہ۔ صدقہ دینے کا حکم اس گُناہ کے کفارے کے لئے بطور استحباب ہے۔ حدیث میں ہے:

"الصدقة تطفی غضب الرّبّ كما يطفئ الماء النار" (طبرانی، ج۱۹ ص۱۴۵)

یعنی، صدقہ اللہ کے غضب کی آتش کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو۔

اس حدیث "لا الہ الا اللہ" پڑھنے کا جو حکم دیا اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ نو مسلم سے عادت سابقہ کی وجہ سے سہواً سبقت لسانی سے بتوں کی قسم صادر ہو تو اس کے لئے مستحسن ہے کہ "لا اله الا الله محمد رسول الله" ان برے کلمات کے کفارے کے طور پر پڑھے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ لات وعزیٰ اور بتوں کی تعظیم مقصود ہو۔ اس صورت میں وہ شخص مرتد ہو جائے گا اور کلمۂ خلاف اسلام سے تبری کے ساتھ تجدید ایمان لازم ہوگی اور کلمۂ توحید پڑھنا ضروری ہوگا اور اگر غیر اللہ کی قسم میں وہ تعظیم مراد نہیں جو اللہ کے لئے خاص ہے تو یہ حقیقتاً شرک نہیں لیکن صورتاً اہل شرک کے فعل سے مشابہ ہونے کی صورت کی وجہ سے اس پر بھی شرک کا اطلاق آیا اور زجر وتشدید کے طور پر اس کے مرتکب کو بھی مشرک کہا گیا۔

اس صورت میں مراد یہ ہے کہ اس شخص نے مشرکوں جیسا فعل کیا، اس قبیل سے باپ، دادا، بیٹے وغیرہ کے نسب پر تفاخر کے طور پر قسم کھانا ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا، حدیث میں اس کی بھی ممانعت آئی۔

اقول: ہمارے طرز بیان سے صاف معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ایک اعرابی کے متعلق "أفلح و أبيه إن صدق" فرمانا، یعنی "یہ فلاح کو پہنچا اپنے باپ کی قسم اگر سچا ہے" ممانعت کے تحت داخل نہیں بلکہ بیان جواز کے لئے ہے۔

گویا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام اپنے فعل سے یہ بتا رہے ہیں کہ باپ کی قسم کھانا ناجائز نہیں جب کہ رسم جاہلیت کے طور پر تفاخر کے لئے نہ ہو، نہ اس سے تعظیم مفرط کہ ممنوع ہے، مقصود ہو اور ایک احتمال یہ ہے کہ ایسی جگہ تاکید کلام اور تقویت بیان ہوتی ہے تو اس



صورت میں قسم شرک نہیں۔

تنبیہ: غیر اللہ سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جنہیں شرعاً اللہ جل وعلا و رسول ﷺ سے کوئی علاقہ نہیں، نہ شرعاً ان کی کوئی حرمت ہے نہ ان کی تعظیم کا حکم۔ نبی و رسول کعبہ و ملائکہ اس معنی پر غیر اللہ میں داخل نہیں (اگرچہ باب حلف میں یہ بھی غیر اللہ ہیں مگر یہ مندرجہ بالا کے لحاظ سے غیر اللہ نہیں) کہ شرعاً ان کی تعظیم کا حکم ہے۔

ازاں جا کہ اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا تو ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے۔ ان کی قسم کھانا حرام نہیں مگر علماء نے بہ مقتضائے احتیاط اس طرح کی قسم کھانے کو مکروہ کہا بلکہ اس سے ممانعت خود حدیث میں آئی۔ قسم شرعی جس کا کفارہ لازم ہے، وہ اللہ کی قسم ہے جو اللہ کی ذات سے یا اس کی صفات سے متعارف طور پر کھائی جائے۔

غیر اللہ کی قسم، قسم شرعی نہیں۔ علماء فرماتے ہیں: اگر غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جانے اور اس کا پورا کرنا لازم سمجھے، اس صورت میں آدمی کافر ہو جائے گا۔

امام رازی نے فرمایا: "میری جان کی قسم، تیری (۱۵) جان کی قسم" کہنے والے پر مجھے کفر کا اندیشہ ہے اور لوگ عام طور پر یہ نادانی میں کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کہتا یہ شرک ہے۔

امام رازی کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کو قسم شرعی جاننے میں علماء کے دو قول ہیں:

۱۔ ایک میں آدمی مطلقاً کافر ہو جائے گا۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اس میں اندیشۂ کفر ہے۔

---

۱۵۔ آج کل لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر "تیری قسم، تیری جان کی قسم" جیسی قسمیں کھانے لگتے ہیں حالانکہ ایسی قسم کھانے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ حضرت امام رازی کے مطابق ایسی قسم "کفر" سے زیادہ قریب ہے۔ بعض لوگ بات بات پر "اگر میں ایسا نہ کروں یا ایسا کہوں تو ایسا ہو جاؤں مثلاً حضور ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں یا میرا بیٹا مر جائے یا میں کوڑھی ہو جاؤں" کہہ ڈالتے ہیں ایسے لوگ مذکورہ بیان سے سبق حاصل کریں۔ ۱۲، فاروقی غفرلہ

یہ دوسرا قول محتاطین متکلمین کی روش پر ہے اور ان کا مذہب مختار و معتمد ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اقول: یہ اس صورت میں کہے کہ کہنے والا اسے قسم شرعی سمجھے اور اس کا پورا کرنا ضروری جانے اور قسم پوری نہ ہونے کی صورت میں کفارہ دینا ضروری قیاس کریں، جیسے بعض جاہل اپنے بچے کی قسم کھاتے ہیں اور اس کا پورا کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم خیال کرتے ہیں۔

اگر یہ صورت نہ ہو یعنی قائل اسے قسم شرعی نہ جانے نہ تعظیم مفرط کا قصد کرے تو اس پر یہ محذور لازم نہیں آتا، کما لا یخفی

اور اس حدیث میں غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو جو مشرک فرمایا گیا اس سے اس شخص کا بھی حکم ظاہر جو یوں قسم کھائے ''اگر میں یہ کام کروں (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو یہودی و نصرانی یا ملت اسلام سے بری و بیزار ہو جاؤں'' ایسی قسم کھانا سخت حرام بدکام کفر انجام ہے۔

بعض علما نے اس پر مطلقاً قائل کو کافر کہا مگر صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں وہی تفصیل ہے جو ”من حلف بغیر الله فقد أشرك“ یعنی ''جو غیر اللہ کی قسم کھائے وہ مشرک ہے'' میں بیان ہوئی اس تفصیل کی طرف خود دوسری حدیثوں میں اشارہ ہے، ارشاد ہوا:

”من حلف علی ملة غیر الاسلام کاذباً فهو کما قال“ (مرقاة شرح مشکوٰة، ج٦ ص ٥٨١)

یعنی، جو مذہب اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کی قسم کھائے دراں حالیکہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی لکھتے ہیں:

کسے کہ سوگند خورد بر دین کہ جزء اسلام است۔ چنانکہ گوئید اگر ایں کار کنم یہودی باشم یا نصرانی شوم یا بیزارم از دین اسلام یا از پیغمبر یا از قرآن (کاذباً) درحال کہ بدروغ خورندہ است ایں سوگند را چنانکہ بکند ایں کار ر



از یرا کہ ایں سوگند برائے منع فعل است کہ نکنندہ پس صدق وے بآنست کہ نکند اا گر بکند کاذب باشد (فهو کما قال) پس آں کے ہمچناں است کہ گفت یعنی یہودی و نصرانی و بری از دین اسلام ظاہر حدیث آنست کہ قائل ایں حدیث کافر میگردد بمجرد حلف یا بعد از حنث از جہت اسقاط حرمت اسلام الخ (اشعة اللمعات شرح مشکوٰة، ج٣ ص ٢١١)

یعنی، اگر کوئی دین اسلام کے علاوہ کسی دین کی قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ اگر وہ یہ کام کرے تو یہودی، نصرانی یا دین اسلام سے بیزار یا پیغمبر یا قرآن سے بری ہو جائے اور حال یہ ہو کہ وہ جھوٹی قسم کھائے یعنی وہ کام کر بیٹھے اس لئے کہ قسم کھانا اس فعل سے باز رہنے کے لئے ہے تو قسم کا سچا ہونا یہ ہے کہ وہ کام نہ کرے جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی، اگر وہ کام کرے گا تو جھوٹا ٹھہرے گا۔ حدیث میں اس شخص کے متعلق فرمایا کہ: وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا یعنی یہودی یا نصرانی یا دین اسلام سے بری۔ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ایسی قسم کھانے والا قسم سے کافر ہو جائے گا، اس لئے اس جہت سے کہ اس نے حرمت اسلام کو ساقط کیا اور کفر پر راضی ہوا۔

بعض علماء نے نظر بر ظاہر حدیث ایسی قسم کھانے والے کو مطلقاً کافر کہا اور بعض علماء نے فرمایا کہ مراد اس قسم سے یہ ہے کہ وہ شخص اپنے نفس کو تحدید اور اس کی وعید میں مبالغہ کر رہا ہے تاکہ اس کام سے اپنے آپ کو بعض رکھے تو مقصود قسم سے بشدت زجر نفس و تحدید ہے، لہٰذا ہمارے نزدیک وہ جب تک قسم نہ توڑے محض اس قول سے کافر نہ ٹھہرے گا۔ اس طرح اگر فعل ماضی پر دین اسلام سے برأت کو متعلق کیا تو محتاطین کے نزدیک کافر نہ رہے گا اور بعض مشائخ کے نزدیک فعل ماضی پر معلق کرنے کی صورت میں کافر ہو جائے گا۔

مگر صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی کافر مطلق نہ ہوگا، اس لئے کہ کافر اعتقاد کفر ہوتا ہے اور یہاں ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد قسم سے زجر نفس اور تحدید ہے یعنی جب کہ کسی

فعل مستقبل پر اس حکم کو معلق کرے یا برأت کو مؤکد طور پر یقین دلانا ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ فعل ماضی پر معلّق کرے گویا وہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے نزدیک ایسا ہی مکروہ و ناپسند ہے جیسا کہ اس کا یہودی یا نصرانی یا اسلام سے بری ہونا۔ اس لئے تحدید نفس کے لئے ایسی چیز پر متعلق کیا جو اس کے نزدیک مکروہ ومحذور ہے۔

اقول: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس باب میں جو دوسرا قول ذکر کیا وہ محتاطین کا ہے جو متکلمین کی روش پر ہے اور ان کی روش یہ ہے کہ وہ محض ظاہر پر حکم کفر نہیں لگاتے اور کلام میں ادنیٰ احتمال مانع تکفیر ہو، اس کا لحاظ کرتے ہیں اور قائل کو جب تک اس کی مراد ظاہر نہ ہو جائے کافر کہنے سے گریز کرتے ہیں اور یہ احتمام جو ان علماء کو ایسی قسم کھانے والے پر حکم کفر لگانے سے باز رہنے کا مقتضی ہوا وہ خود حدیث سے ظاہر ہے کہ فرمایا:

''اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا''۔

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اسی قسم میں سچا ہے اور اسی معنی کفری کا ابتداء ارادہ نہ کیا ہو (یعنی یہودی یا نصرانی ہونے پر اب اس سے راضی ہونا) تو وہ ایسا نہیں ہے جیسا کہا اور اس احتمال کی تصریح دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جو حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: جو یہ کہے کہ وہ اسلام سے بری ہے (اگر یہ کام کرے) تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور اگر وہ اس قسم میں سچا ہے تو اسلام میں گناہ سے سلامتی کے ساتھ نہ رہے گا۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس قسم سے اس کا اسلام ظاہر ہو جائے گا اور وہ ویسا ہی ہو جائے گا جیسا اس نے کہا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس کا فر ہونے کو قسم ٹوٹنے پر معلق کرے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت بریدہ نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

"من قال إني بريء من الإسلام فإن كان كاذباً فهو كما قال"

(مشكوٰة شريف، ص٢٩٦، ٢٩٧)



یعنی، جس کسی نے کہا میں اسلام سے بری ہوں اور اپنے قول میں جھوٹا ہوں تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا۔

شاید اس سے قائل کی مراد نفس کی تحدید اور خود کو وعید شدید ہے نہ یہ کہ یہ حکم لگانا کہ وہ ابھی سے یہودی ہو گیا یا اسلام سے بری ہو گیا تو گویا وہ یوں کہہ رہا ہے کہ وہ قسم ٹوٹنے کی صورت میں اسی عقوبت کا سزاوار ہے جس کا یہودی مستحق ہے اور اس کی نظیر حضور کا یہ قول ہے:

"من تَرَكَ الصّلاة متعمداً فقد كفر" (جامع الصغير مع فيض القدير، ج٦، ص١٠٢)

حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی کی طرح یہاں دو قول ذِکر کئے مگر صراحتہً کسی قول کی صحت کا افادہ نہ فرمایا، البتہ دوسرے احتمال کی توضیح وتعلیل ارشاد فرمائی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہی مختار ہے کہ قائل مطلقاً کافر نہ ٹھہرے گا بلکہ قسم ٹوٹنے کی صورت میں رضا بالکفر کے تیقن کی وجہ سے کافر ہو گا اور یہی حدیث کا ظاہری مفاد ہے کہ اس کے اسلام سے بری ہونے کو کاذب ہونے پر معلق فرمایا تو وہ اس باب میں نہ صرف ارشاد علماء سے بلکہ خود حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسلم کے کلام میں متعدد احتمالات ہوں جو اس کے کفر کے مقتضی ہوں اور ایک وجہ سے اس کے اسلام کے متقاضی ہوں تو ہم پر لازم ہے کہ ایک وجہ کی طرف میلان رکھیں اور جب تک احتمال قائم ہو مسلمان کو کافر نہ کہیں۔ اس لئے ''ردالمحتار'' میں فرمایا:

"لا يفتى بكفر مسلم إن أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره اختلاف و لو كان ذلك رواية ضعيفة" (ردّ المحتار، ج٤ ص٢٢٩، ٢٣٠)

یعنی، مسلمان کے کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے گا جب کہ اس کے قول و فعل کو اچھے پہلو پر رکھنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہوا گرچہ روایت ضعیفہ ہو۔

ثم اقول: ہمارے کلمات جو ابھی گزرے ان سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث کا ظاہری مفاد اس قائل کا بصدورِ حنث (جن قسم توڑے) کافر ہونا ہے، نہ کہ مطلقاً کافر ہونا تو اس صورت میں ظاہر حدیث بھی اس دوسرے قول کے قائلین کے ساتھ ہے اور قائل کے مطلقاً کفر کے ظاہر ہونے کا دعویٰ محلِ نظر ہے۔

اس کو ظاہراً تسلیم بھی کر لیں تو اس پر قائل کی تکفیر اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ظاہری معنی کے مراد ہونے کا احتمال آشکار ہو، اور اگر قرینہ عرف یا اور کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ قائل نے وہ معنی کفری اصلاً مراد نہ لئے تو اس صورت میں وہ احتمال ہی نہ رہے گا اور ظاہر متروک ٹھہرے گا اس کی بہت سی مثالیں ممکن ہیں۔

عام بول چال میں کہتے ہیں کہ ''فصل بہار نے سبزہ اگایا، حاکم نے بچایا، اس مرض کا یہ شافی علاج ہے، یہ زہر قاتل ہے'' یہاں ان سب مثالوں میں مومن کا ایمان، عرف گواہ ہیں کہ اس کی مراد حقیقی معنی جو لفظ سے ظاہر ہے نہیں بلکہ ان تمام مثالوں میں سب کی طرف اسناد کی گئی ہے کہ اعتقاد مومن کا یہ ہے کہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ چیزیں خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ کے قائم کردہ اسباب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر رکھی ہے۔

یہ وہابیہ کا ظلم ہے کہ ان عام محاورات سے آنکھیں میچے ہیں اور ان کے بولنے کو تو مسلمان جانتے ہیں مگر اسی طور پر اولیاء، انبیاء کے لئے جو مسلمان تصرف و مدد ثابت کرے تو اسے مشرک گردانتے ہیں جس میں راز یہ ہے کہ ان کے نزدیک اولیاء درکنار رسول ہی کی تعظیم شرک ہے جیسا کہ ''تقویۃ الایمان'' کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ان ہی کے حق میں فرماتے ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم رسول
اس بُرے مذہب پر لعنت کیجئے

آمدم برسر مطلب! اب اس مسئلہ ظاہرہ کی طرف لوٹیے اور تقریر مندرجہ بالا کو مدنظر رکھ کر سوچئے۔ جب کہ قائل کی مراد اپنے نفس کو زجر و تہدید اور وعید شدید اور اس مکروہ و



محذور کام پر معلق کرنے سے اس کام سے امتناع و اجتناب کی تاکید ٹھہری تو یہ اگر عُرف عادت سے معلوم ہو تو ایسی صورت میں وہ ظاہری معانی جن کا مفاد مطلقاً کافر ہونا ہے، نہ متحمل، نہ مراد بلکہ قطعاً متروک ہیں اور اس کے حق میں ظاہر بلکہ فوق الظاہر قائل کی وہی مراد ہے جو عرف واسلوب معتاد سے معلوم ہوئی۔

لہٰذا قائل جب تک حانث نہ ہو، کافر نہ ٹھہرے گا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی قسم کھانا سخت شنیع اشد حرام ہے، جس سے قائل پر توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان بھی ضرور!

''درمختار'' (ج۴ص۲۴۶، ۲۴۷) میں ہے:

"فيكون كُفرا اتفاقاً يبطل العمل و النكاح و أولاده أولاد الزنا و ما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار و التوبة و تجديد النكاح (أي تجديد الإسلام و تجديد النّكاح)"

یعنی، جو بات متفق علیہ کفر ہے وہ عمل کو اور نکاح کو باطل کر دیتی ہے اور ایسے شخص کی اولاد، اولاد الزنا ہے اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہے، اس میں قائل کو توبہ (تجدید ایمان) تجدید نکاح کا حکم ہے۔

رہی یہ بات کہ بصورت حنث اس پر کفارہ ہے یا نہیں تو ائمۂ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قسم توڑنے کی صورت میں اس پر کفارۂ قسم لازم ہوگا جب کہ کسی فعل آئندہ پر قسم کو معلق کیا ہو اور اس کی نظیر تحریم مباح ہے یعنی کسی فعل مباح کو اپنے اوپر بذریعہ قسم حرام کر لے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ﴾ (سورۂ تحریم، آیت ۱)

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی)! تم اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی۔

سید عالم ﷺ حضرت اُمّ المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے۔ وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف

لے گئیں۔ حضورﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز حدیث فرمایا۔ یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا۔ حضورﷺ نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا: میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امت کے مالک ابوبکر وعمر ہوں گے۔ وہ اس سے خوش ہوگئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت سے متصل سرکار سے یہ ارشاد ہوا:

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ﴾ (سورۂ تحریم، آیت ۲)

ترجمہ: بے شک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرمادیا۔

اس طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ قائل نے اس طرح قسم کھا کر کہ وہ اگر یہ کام کردے ''تو وہ یہودی یا نصرانی ہے'' اپنے اعتقاد میں مباح کو حرام ٹھہرا لیا۔ لہٰذا بصورت حنث یہاں بھی کفارہ لازم ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ کسی فعل آئندہ پر ایسی قسم کھائی جائے اور اگر فعل ماضی پر ایسی قسم کھائی اور اس قسم میں وہ شخص جھوٹا تھا تو اس صورت میں کفارہ نہیں، محض توبہ لازم ہے اور احتیاطاً تجدید ایمان، تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

اس قِسم کی قسم عرف شرع میں ''یمین غموض'' کہلاتی ہے اور اس میں بھی حسب سابق دو قول ہیں، پہلا یہ کہ وہ شخص مطلقاً کافر ٹھہرے گا اور اس صورت میں ظاہر حدیث کہ فرمایا ''اگر وہ جھوٹا الی آخرہ'' اس کا قول شدید ہے اور دوسرا قول یہ کہ محض قسم مراد لی تو کافر نہ ہوگا۔

یہاں تک قسم کی دو قسمیں بیان ہوئیں اور تیسری قسم ''یمین لغو'' ہے یعنی غلط فہمی میں کسی بات پر قسم کھائی اور واقعہ اس کے گمان کے خلاف ہو مثلاً یوں کہے ''خدا کی قسم میں نے زید سے بات نہ کی'' یا ''خدا کی قسم میں گھر میں داخل ہوا'' اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں نہ گناہ، نہ کفارہ۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ



بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ (المائدہ، آیت ۸۹)

ترجمہ: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر، ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا۔

یہاں تو غیر اللہ کی قسم کے متعلق تفصیل احکام بروجہ تمام ہوئی اور خود اللہ کے اسماء و صفات کی قسم کھانا سخت محل احتیاط ہے لہٰذا اس میں بھی زیادتی نہ چاہئے۔

حدیث شریف میں آیا:

''من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليصمت'' (فيض القدير، ج٦ ص٢٠٧)

یعنی، جو قسم کھانے کا ارادہ کرے تو اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

اور اکثر احوال میں اللہ کی قسم کھانے سے بعض رہنا اور نام الٰہی کو ابتذال سے بچانا مقتضائے احتیاط ہے اور بکثرت اللہ کی قسم کھانا جرأت و بے باکی ہے۔

اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ﴾ (البقرہ، آیت ۲۲۴)

ترجمہ: اور اللہ کو اپنی قسم کا نشانا نہ بنالو۔

مفسرین نے اس آیت کے معنی یہ بتائے کہ اللہ کے نام کو نشانہ نہ بناؤ اور جا و بے جا اس کو مبتذل نہ کرو کہ تم نیکوکار رہو، جب نادراً قسم کھاؤ اور گناہ سے بچو جب کہ تمہاری قسمیں کم ہوں۔ اس لئے قسموں کی کثرت نیکی اور تقویٰ سے دور کرتی ہے اور گناہ اور اللہ کے حضور بے باکی سے قریب کرتی ہے۔ چنانچہ علامہ جصاص رازی فرماتے ہیں:

''فالمعنى لا تعترضوا اسم الله و تبذلوه فى كل شئ لأن تبروا إذا حلفتم و تتقوا المأثم فيها إذا قلت أيمانكم لأن كثرتها تبعد من البر و التقوىٰ و تقرب من المأثم و الجرأة على الله تعالىٰ'' (أحكام القرآن، ج١ ص٣٥٤)

تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم کو کثرت قسم سے منع کرتا ہے اور بے باکی سے باز رکھتا ہے۔ اس لئے اس سے باز رہنے میں ہی نیکی و پرہیزگاری اور تمہاری اصلاح ہے۔

## جب آدمی بغیر طلب کے گواہی میں سبقت کرے

یعنی باطل گواہی دے جیسا کہ ''مجمع بحارالانوار'' میں ہے:

"یـأتـی قـوم یشهـدون و لا یستشهـدون هـذا عـام فیمن یؤدی الشهـادة قبل أن یطلبها صاحب الحق فلا یقبل، و ما قبله خاص، قیل: هم الّذین یشهدون بالباطل" (مجمع البحار، ج۱ ص۲۷۰)

یعنی، ایک ایسی قوم آئے گی جس کے لوگ گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ یہ عام ہے اس میں کہ گواہی پوری کرلے صاحب حق کے طلب کرنے سے پہلے قبول نہیں ہوگی اور یہاں قبلیت خاص ہے اور کہا گیا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیں۔ قرینہ و مقام اس کا مقتضی ہے۔(۱۶)

## جب عہدے میراث ہوجائیں

مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو محض باپ دادا کی وراثت سے امیر و والی بن بیٹھیں اور مسلمانوں کے معاملات اور ان کے بلاد کے خودساختہ حاکم ہوجائیں بغیر اس کے کہ خواص اشراف و اہلِ علم کہ اربابِ حل وعقد ہیں، بے جبر و اکراہ اپنے اختیار سے ان کے معاون ہوں، نہ ایسے لوگوں سے مشورہ لیا جائے، نہ یہ امیر بیٹھنے والے اس کے مستحق

۱۶۔ حدیث پاک میں ہے:"خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب حتی یشهد الرجل و لا یشهد و یستحلف الرجل و لا یستحلف" (ترمذی شریف، ج۲ ص۵۴) یعنی، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو اس سے قریب ہے پھر جو اس سے قریب ہے پھر جھوٹ کی کثرت ہوجائے گی یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا بغیر اس کے کہ گواہی طلب کی جائے اور آدمی حلف لے گا بغیر اس کے اس سے حلف لیا جائے''۔۱۲، فاروقی غفرلہ



ہوئے۔(۱۷) یہ شرعاً مذموم وممنوع ہے اور اس حکم منع و مذمت کے عموم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کو عوام اربابِ حل وعقد کو نظرانداز کرکے چن لیں اور بدرجۂ اَولیٰ وہ لوگ اس کے مصداق ہیں جو خود کو چنوانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔

''مجمع البحار'' میں ایک حدیث لکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر بڑا خائن کوئی نہیں جو غیر اصحاب رائے عوام کا منتخب امیر ہو۔

اس حدیث کی تصدیق زمانۂ حال میں چنندہ اور چنیدہ کے احوال سے خوب ظاہر ہے۔ لہٰذا اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں اور حدیث مندرجہ بالا کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو بزرگوں کے جانشین محض وراثت کے بل پر بغیر استحقاق وہ بے انتخاب شرعی بن بیٹھے ہیں جیسا کہ زمانۂ حال میں مشاہدہ ہے۔

## جب مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے بے نیاز ہوجائیں

اس کی تفصیل دوسری حدیث میں ارشاد ہوئی جس کو خطیب اور ابن عساکر نے حضرت واصلہ اور انس سے روایت کیا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے بے نیاز نہ ہوجائیں اور "السحاق" عورت عورتوں سے باہم مباشرت کرنا عورتوں کا آپس میں زنا ہے۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو کنز العمال (ج۱۴ص۲۲۶) موجود ہیں:

"لا تـذهـب الدنیا حتی یستغنی النساء بالنساء و الرجال بالرجال، و السحاق زنا النساء فیما بینهن"

اور تیسری حدیث حضرت اُبی سے مروی ہے فرمایا کہ ہم سے کہا گیا اس امت کے پیچھے لوگوں میں قیامت کے قریب کچھ چیزیں ظاہر ہوں گی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنی

۱۷۔ حدیث پاک میں ہے:"اذا وسّد الأمر أی یلی الخلافة أو القضاء أو الأمارة من لیس بأهل فانتظر الساعة" (مجمع البحار، ج۱ ص۱۰۱) یعنی، جب کام مثلاً خلافت یا قضا یا امارت نااہلوں کے سپرد ہوجائے تو قیامت کا انتظار کرو۔۱۲، فاروقی غفرلہ

بیوی سے یا کنیز سے اس کے دبر (۱۸) میں جماع کرے اور یہ ان اعمال میں سے ہے جن کو اللہ اور رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ و رسول کا غضب ہے اور انہیں میں سے مرد کا مرد (۱۹) کے ساتھ صحبت کرنا اور یہ ان باتوں میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور انہیں میں سے عورت کا عورت (۲۰) کے ساتھ مباشرت کرنا اور یہ ان اعمال میں سے ہے جن کو اللہ و رسول نے حرام کیا اور اس پر اللہ و رسول کی ناراضگی ہے، الیٰ آخرہ

حدیث کے الفاظ یہ ہیں جو کنز العمال (ج ۱۴، ص ۵۷۵) میں موجود ہیں:

”عن أبی قال قیل لنا أشیاء تکون فی آخر هذه الأمة عند اقتراب الساعة فمنها نکاح الرجل امرأته و أمته فی دبرها و ذلك مما حرّم

۱۸۔ آج کل امریکہ میں یہ مرض عام ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ ہم نے نکاح کیا ہے جس سے بیوی کے جسم کا ہر حصہ شوہر پر حلال ہو جاتا ہے، طرفہ یہ کہ وہاں کی عورتیں خود اپنی رغبت سے اس قبیح فعل کا ارتکاب کراتی ہیں جو سخت حرام ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں سخت گنہگار اور مستحق غضب جبار ہیں ان پر اپنے اس فعل سے توبہ و استغفار واجب۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من أتی حائضاً أو أمرأة فی دبرها فقد کفر بما أنزل علی محمد ﷺ“ (أحکام القرآن، ج ۱ ص ۳۵۳) یعنی، جو شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں یا اس کے دُبر میں جماع کرے، بے شک اس نے کفر کیا اس کے ساتھ جو محمد ﷺ پر نازل ہوا۔۱۲، فاروقی غفرلہ

۱۹۔ یہ اس قدر قبیح اور ناپاک فعل ہے کہ اگر لوطی تمام سمندروں کے پانی سے غسل کرے تب بھی پاک نہیں ہوگا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: اللہ تعالیٰ لواطت کے مرتکب کو قبر میں خنزیر بنا دیتا ہے اس کے نتھنوں میں آگ سے گھستی ہے اور پیچھے سے نکلتی رہتی ہے۔ (نزہۃ المجالس، ج ۲ ص ۶۲)، فاروقی غفرلہ

۲۰۔ جس طرح مردوں میں لواطت کا مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے، اسی طرح اب عورتوں میں بھی ہم جنس پرستی بڑھتی جا رہی ہے اور طرفہ تو یہ کہ یورپ کے اکثر ممالک میں اسے قانونی درجہ حاصل ہے اور وہاں ہم جنس پرست عورتیں اور مرد آپس میں بے جھجک کورٹ میرج کر رہے ہیں، اس طرح حضور ﷺ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف سچ ثابت ہو رہی ہے۔۱۲، فاروقی غفرلہ



الله و رسوله و یمقت الله علیه و رسوله و منها نکاح الرجل الرجل و ذلك مما حرّم الله علیه و رسوله و منها نکاح المرأة المرأة و ذلك مما حرّم الله و رسوله و یمقت الله علیه و رسوله ﷺ“

سرکار دو عالم ﷺ نے قرب قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائیں، ان میں اکثر علامتیں واقع ہو چکیں جس پر مشاہدہ شاہد عدل ہے اور جو باقی ہیں وہ بھی ضرور واقع ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

# ماخذ ومراجع

قرآن کریم

صحیح بخاری، امام محمد ابن اسماعیل بخاری

صحیح مسلم، امام ابو الحسن مسلم بن حجاج

مشکوٰۃ المصابیح، امام شیخ ولی الدین تبریزی

مسند امام احمد، امام ابو عبد اللہ احمد ابن حنبل

سنن ابن ماجه، امام ابو عبد اللہ بن یزید قزوینی

سنن أبی داؤد، امام سلیمان بن اشعث ابو داؤد

سنن الترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

تیسیر شرح جامع صغیر، امام زین الدین عبد الرؤف مناوی

طبرانی، امام ابو القاسم سلیمان احمد طبرانی

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، امام نور الدین المعروف ملا علی قاری

اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ، علامه شیخ عبد الحق محدث دهلوی

حاکم مستدرك، امام ابو عبد اللہ حاکم نیسابوری

مجمع البحار، علامه شیخ محمد طاهر صدیقی هندی

مجمع الزوائد، علامه نور الدین علی بن ابو بکر هیثمی

کنز العمال، علامه علاء الدین متقی هندی

ترغیب و ترهیب، امام زکی الدین عبد العظیم منذری

اللآلی المصنوعه، امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی

تفسیر در منثور، حافظ کبیر جلال الدین سیوطی

تفسیر خازن، علامه علاء الدین المعروف بخازن

تفسیر کبیر، علامه ابوعبد اللہ فخر الدین رازی



حاشیه صاوی، علامه احمد بن محمد صاوی خلوتی

احکام القرآن، علامه ابو بکر احمد جصاص رازی

اتقان فی علوم القرآن، امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی

ردّ المحتار، علامه محمد امین ابن عابدین شامی

در مختار، علامه علاء الدین حصکفی

فتاویٰ رضویه، امام احمد رضا خاں قادری بریلوی

الطیب الوجیز، امام احمدرضا خاں قادری بریلوی

بهار شریعت، صدر الشریعه علامه امجد علی اعظمی

نزهة المجالس، امام عبد الرحمن صفوری شافعی